بیاد شیخ الحدیث حضرت مولانا عبد الحق رحمۃ اللہ علیہ

مسلسل اشاعت کے چوالیس سال

دار العلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک کا علمی و دینی مجلہ

ماہنامہ الحق

528

رمضان، شوال ۱۴۳۰ھ

اگست 2009

مدیر مسئول مولانا سمیع الحق

معاونین جامعہ دارالعلوم حقانیہ سے ایک ضروری

اپیل

محترم! دارالعلوم حقانیہ کی علمی، ملی و دینی ہمہ گیر خدمات سے بحمد اللہ آپ بخوبی واقف ہیں اور موجودہ پُر فتن دور میں ایسے مرکز علوم رسالت کی اہمیت و ضرورت بھی آپ پر مخفی نہیں۔ اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے دعوت و تبلیغ، تعلیم و تدریس، اصلاح و ارشاد اور جہاد کا کوئی شعبہ ایسا نہیں جس کی ذمہ داری ملک و بیرون ملک فضلائے حقانیہ نے نہ سنبھالی ہو۔ صرف ایک جہاد افغانستان کو لیجئے تو دارالعلوم کے ہزاروں فضلاء اور طلباءً نے اس صدی کے عظیم جہاد میں قائدانہ کردار ادا کیا جو تمام معاونین کے لئے تا قیامت صدقہ جاریہ بن رہا ہے۔

جامعہ حقانیہ اپنے تمام ترقی پذیر شعبوں میں خطیر مصارف (جو کہ تعمیراتی اخراجات کے علاوہ سالانہ واجبی مصارف دو کروڑ سے متجاوز ہیں) کا محتاج ہے جبکہ دارالعلوم حکومتوں کے تعاون سے بھی بالکل بے نیاز ہے اور نہ ہی اس کے باضابطہ مستقل سفراء ہیں، صرف اور صرف آپ جیسے حساس دردمند اہل خیر معاونین کے مالی تعاون سے یہ سارا کارخانہ علوم نبوت چل رہا ہے۔ جس میں ڈھائی ہزار تک طلباءً علوم نبویہ سے ہر سال مستفید ہوتے ہیں۔ ایسے نازک وقت میں آپکی توجہات کی مزید شدت سے ہمیں ضرورت ہے کہ خود اور اپنے زیر اثر حلقہ احباب و اہل خیر میں بھی دارالعلوم کے مالی تعاون کے لئے سعی فرمائیں اور اللہ کے دین کے فروغ اور حق کی بالادستی کے لئے کوشاں اس ادارہ کی پہلے سے بڑھ چڑھ کر ہر ممکن تعاون اور سرپرستی سے ممنون فرمائیں۔ **واجر کم علی اللہ۔**

ترسیل زر کا پتہ

(مولانا) سمیع الحق

مہتمم دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک ضلع نوشہرہ

اکاؤنٹ نمبرز: یو بی ایل اکوڑہ خٹک 7 -100-0001

نیشنل بینک اکوڑہ خٹک 5 - 17 ☆ مسلم کمرشل بینک جہانگیرہ 6 - 1120

Email: editor_alhaq@yahoo.com

اے بی سی آڈٹ بیورو سرکولیشن کی مصدقہ اشاعت

21-10-09

ماہنامہ
الحق
اکوڑہ خٹک

جلد نمبر ۔۔۔۔ 44
شمارہ نمبر ۔۔۔۔ 11
رمضان، شوال ۔۔۔ ۱۴۳۰ھ
اگست ۔۔۔۔ ۲۰۰۹ء

مدیر	نگران	مدیر اعلیٰ
حافظ راشد الحق سمیع حقانی	حضرت مولانا انوار الحق صاحب مدظلہ	حضرت مولانا سمیع الحق صاحب مدظلہ

ناظم شفیق الدین فاروقی

اس شمارے کے مضامین

نقش آغاز: کیری لوگر بل امریکی غلامی کا نیا پھندہ .... راشد الحق سمیع ۲

قرآن اور حج (مساوات اور اخوت انسانی کا عملی مظاہرہ) .... حضرت مولانا قاری محمد طیبؒ ۴

نماز میں خشوع وخضوع .... حضرت مولانا انوار الحق صاحب ۱۰

علم و تواضع کا پیکر اور خلق خدا پر فضل مولیٰ .... حضرت مولانا مفتی سیف اللہ ۱۷

(وفیات وسوانح اساتذہ دارالعلوم) حضرت مولانا فضل مولیٰؒ حضرت مولانا قاری علی الرحمنؒ

جناب صاحبزادہ صاحبؒ جناب حاجی رضا خان صاحبؒ .... مولانا عرفان الحق ۲۰

قرآن عظیم اور کائناتی زمینیں (زمینوں کی ایک خوفناک طبیعی حقیقت) .... مولانا سعید الرحمن ندوی ۲۷

فہرست مقالات 'سیرت النبی ﷺ' .... جناب محمد شاہد حنیف ۴۱

علم وادب اور تہذیب کا ایک گوہر نایاب ۔ جناب سراج الاسلام سراج .... جناب ابرار خٹک ۵۰

فضلائے حقانیہ کی تالیفی خدمات: (مولانا عبدالباقی حقانی) .... مولانا سید حبیب اللہ حقانی ۵۵

دارالعلوم کے شب و روز .... جناب شفیق الدین فاروقی ۶۱

تعارف تبصرہ کتب .... ادارہ ۶۳

نوٹ: رسالہ کی اشاعت میں تاخیر مدرسہ کی سالانہ تعطیلات کے باعث ہوئی جس پر معذرت خواہ ہیں۔

نوٹ: ادارہ کا مضمون نگار حضرات کے خیالات و آراء سے متفق ہونا ضروری نہیں۔

ماہنامہ الحق دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک ضلع نوشہرہ (سرحد) پاکستان ۔ فون نمبر (0923)630340-630435
ای میل: Email: editor_alhaq@yahoo.com Fax(0923)630922
سالانہ بدل اشتراک اندرون ملک فی پرچہ -/25 روپے سالانہ -/250 ' بیرون ملک 25$ امریکی ڈالر
پبلشر: مولانا سمیع الحق مہتمم دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک ' منظور عام پریس پشاور

کمپوزنگ: بابر حنیف

نقش آغاز　　　بسم اللہ الرحمٰن الرحیم　　　راشد الحق سمیع حقانی

کیری لوگر بل امریکی غلامی کا نیا پھندہ

بدقسمت مملکت پاکستان کو اپنے آغاز ہی سے نااہل اور ذاتی مفادات کے اسیر حکمرانوں کے باعث امریکی آقا کی دہلیز پر سجدہ ریز کرادیا گیا۔ اس جھوٹی آس پر کہ امریکی کیمپ کا حصہ بننے سے اس نوزائیدہ مملکت کی تعمیر و ترقی مثالی بن جائے گی اور یہ مملکت اپنے پاؤں پر کھڑے ہو کر خودداری اور آزادی کے ساتھ کام کر سکے گی۔ لیکن افسوس کہ آج تر سٹھ سال گزرنے کے باوجود ہم اسی مقام پر ناکام' تھکے ہارے بلکہ شکست خوردہ یاس وحسرت کی تصویر بنے کھڑے ہیں جہاں سے ہم نے سفر کا آغاز کیا تھا۔ آج وطن عزیز دنیا کے سامنے جو خونی اور ناکامی کی تصویر پیش کر رہا ہے اس سے دنیا کی تمام مملکتیں اور حکومتیں مستثنیٰ ہیں۔ یہ حقیقت ہے کہ پاکستان کی مشکلات امریکی امداد کے باعث ہمیشہ بڑھی ہیں کم نہیں ہوئیں۔ اسی طرح امریکہ کا دُم چھلا بنے رہنے اور اس کا مسلسل ساتھ دیتے دیتے آج اقوام عالم میں پاکستان کا کوئی کردار اور کوئی اہمیت باقی نہیں رہی۔ آج ہم بھکاریوں' گداگروں اور غلاموں کی صف میں سب سے نمایاں ہیں۔ اس کے مقابلے میں ہمارے پڑوسی ممالک ہندوستان اور افغانستان کو لیجئے جو پہلے کھل کے روس کے ساتھ تھے یہ پاکستان کی نسبت پہلے بھی زیادہ فائدے میں رہے اور اب بھی ہر لحاظ سے دنیا بھر کے لئے ان کی اہمیت پاکستان سے بڑھ کر ہے۔ کیا یہ ہماری تر سٹھ سالہ خارجہ پالیسی کی ناکامی نہیں؟ یوں تو ہم گزشتہ تر سٹھ برس سے امریکہ بہادر کے خصوصی پیادوں میں شمار ہوتے ہیں لیکن گزشتہ آٹھ برس سے نام نہاد دہشت گردی کی جنگ میں اس کا بھرپور ساتھ دینے کے باوجود آج جو ہمارا حشر نشر ہے وہ سب کے سامنے ہے۔ آج ہم قوم کی بجائے ایک منتشر ہجوم میں تبدیل ہو گئے ہیں۔ بدامنی' اقتصادی بدحالی' کرپشن اور سیاسی انتشار کے باعث ہم ایک ناکام ریاست کے طور پر گنے جاتے ہیں۔ یہ سب ''کرامات'' ''نوازشات'' اور ''عنایات'' امریکی آقا کی خصوصی آشیر باد کی وجہ سے ہیں۔ اسی امریکہ کی خوشنودی کیلئے اور پرائی جنگ میں کودنے کے باعث ہم نے افغانستان کا بھی بیڑا غرق کیا اور آج اپنے پاکستان کی بربادی میں بھی کوئی کسر نہیں چھوڑی۔ طورخم بارڈر سے لے کر کراچی کے ساحلوں تک آگ و خون کا کھیل جاری ہے۔ ہم اپنے ہی درجنوں پاکستانیوں کو روزانہ اوروں کو خوش کرنے کیلئے مار رہے ہیں۔ اور دن بدن انتہا پسندوں میں اضافہ بھی کرا رہے ہیں۔ دوسری جانب انتہاء پسند بھی اپنی ہی فوج اور اپنی ہی عوام کو خوفناک بم دھماکوں کے ذریعے آئے روز صفحہ ہستی سے مٹا رہے ہیں۔ کوچہ کوچہ اور شہر شہر قتل گاہوں کا روپ دھار گئے ہیں۔ نہ مسجدیں محفوظ

ہیں اور نہ مدرسے کی حرمت کا پاس ہے اور نہ بازاروں وگلیوں میں انسانیت کا احترام باقی ہے۔ ظلم وعدوان کی آندھیاں ہیں جو معصوم اور گناہگار دونوں کو نگل رہی ہیں۔

خصوصاً صوبہ سرحد کی تمام وادیوں میں ان دنوں آگ کے آلاؤ روشن کیئے جارہے ہیں' ظلم وستم کا وہ بازار گرم ہے کہ اس سے ہلاکو اور چنگیز خاں کی روحیں بھی شرمندہ ہورہی ہیں۔ دونوں فریقوں کی جنگ میں عوام بیچارے اور خصوصاً پختونوں کی نسل کشی ہورہی ہے۔ بدقسمتی سے پختونوں کے حقوق کی نام لیوا جماعت اے این پی اس وقت صوبہ سرحد پر حکمرانی کررہی ہے اور یہ بھی پیپلز پارٹی کی طرح امریکہ کی بڑی اتحادی جماعت ہے۔ اسی باعث اسے بھی امریکی سرکار سے آئے روز نت نئے احکامات موصول ہوتے رہتے ہیں اور اسی باعث یہ لوگ صوبہ سرحد کو دن بدن خوفناک خانہ جنگی کی آگ کی لپیٹ میں اپنے ہی ہاتھوں دھکیل رہے ہیں۔ سوات اور خیبر ایجنسی کے فوجی آپریشن بھی جاری ہیں اس کے ساتھ عوام کو جنوبی وزیرستان پر خوفناک آپریشن کی نویدیں بھی سنائی جارہی ہیں۔ معلوم نہیں کہ اس سے کتنا بڑا انسانی المیہ جنم لے گا اور لاکھوں افراد ہجرت پر مجبور کئے جائیں گے اور ہزاروں بے گناہ معصوم شہریوں کی قربانی دے کر امریکہ حضور کو اور خوش کیا جائے گا۔ ستم بالائے ستم یہ ہے کہ ہماری حکومت ہر لاش اور ہر گولی کو بڑھا چڑھا کر ڈالروں کی بھیک اس کے عوض مانگتی ہے۔ بدقسمتی سے سربراہ مملکت بھی ایک ایسی تاریخی اور ''نامور'' کردار کی حامل شخصیت ہیں جو کاروبار اور لین دین کے انوکھے پیمانے اور ''میزان'' رکھنے میں اپنا ثانی نہیں رکھتے۔ اسی باعث ایک طرف پوری پاکستانی قوم کیری لوگر بل کو پائے حقارت سے ٹھکرارہی ہے اور دوسری جانب سربراہ مملکت اور حکومت اسے اپنی تاریخی فتح قرار دے رہے ہیں اس کی اصل وجہ بھی پوری دنیا جانتی ہے لیکن جمہوریت کے ''مقدس'' نظام کے بقاء کے لئے ان دنوں خاموشی ہی بہتر ہے.......... ویسے پاکستانی عوام ان دنوں فوجی آمریت اور جمہوریت دونوں ہی سے نالاں ہیں۔ کیری لوگر بل دراصل غلامی کا ایک اور طوق ہے جو پاکستان عوام کے گلے میں زبردستی ڈالا جارہا ہے۔ قوم تو پرانے غلامی کے طوق کے بوجھ سے ابھی تک لدی پڑی ہے۔ معلوم نہیں کہ حقیقی آزادی کا سورج کب طلوع ہوگا؟ اور یہ ''صبح کاذب'' کب صبح صادق میں ڈھلے گی؟ ہماری بدنصیبی نہ پہلے کبھی امریکی امداد سے خوش نصیبی میں تبدیل ہوئی ہے اور نا ہی آئندہ کبھی امریکی امداد سے یہ بدل سکتی ہے۔ خودداری' حمیت اور آزادی کے عوض جو بھیک اور امداد قوموں کو ملتی ہے اس افیون کی تاثیر سے آپ بہادری' زندہ دلی اور آزادی کی فصل اُگنے کی توقع کیونکر رکھتے ہیں؟ اگر اس نازک موڑ پر بھی قوم اور سیاسی قیادت نے سنجیدگی اور ذمہ داری کا مظاہرہ نہ کیا تو بچی کھچی آزادی بھی ہم سے چھن جائے گی۔ ہمیں کسی طور پر یہ ذلت آمیز امداد قبول نہیں کرنی چاہیے اور جلد سے جلد امریکی غلامی اور اسکی پالیسیوں سے نجات حاصل کرنی چاہیے تب ہی ہم اصل منزل کی طرف بڑھ سکیں گے ورنہ ساری عمر غلام گردشوں میں یونہی بندھے اور جکڑے رہیں گے۔ ع قومے فروختند وچہ ارزاں فروختند

حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحبؒ
مہتمم دارالعلوم دیوبند

قرآن اور حج

مساوات اور اخوتِ انسانی کا عملی مظاہرہ

مساوات اور یک رخی کو برنگ عبادت عملی صورت دینے کے لئے حق تعالیٰ نے حج کی عبادت مقرر فرمائی کہ اس قبلہ پر آ کر مشرق و مغرب کی قومیں یکساں انداز سے جمع ہوں تاکہ ان میں سے اونچ نیچ کے جراثیم ختم ہوں۔ بلکہ اس مساویانہ اجتماع سے پیدا شدہ عملی مساوات کے نمونہ کو سامنے رکھ کر وہ اپنی پوری زندگی اسی مساوات اور باہمی برابری کے ساتھ گزاریں۔

اسی بناء پر شریعت اسلامیہ نے اس قبلہ کو اول تو سارے انسانوں کو قبلہ قرار دیا' چنانچہ آثار و روایاتِ حدیث سے ثابت ہے کہ کوئی نبی دنیا میں ایسے نہیں گذرے کہ انہوں نے اس قبلہ کا طواف نہ کیا ہو اور ظاہر ہے کہ جب سارے انبیاء اس بیت خداوندی کی عظمت اور اس سے عشق و محبت کرتے آئے ہیں اور اسے اپنا قبلہ تسلیم کر چکے ہیں تو قدرتی طور پر ان کے ماننے والی قوموں کا قبلہ بھی یہی بیت اللہ ثابت ہوتا ہے۔

پھر قرآن نے بھی یہی بتلایا کہ قبلہ کی وضع دنیا کے سارے انسانوں کے لئے ہوئی ہے' ارشاد ربانی ہے کہ:

اِنَّ اَوَّلَ بَيْتٍ وُّضِعَ لِلنَّاسِ لَلَّذِىْ بِبَكَّةَ مُبٰرَكًاوَّ هُدًى لِّلْعٰلَمِيْنَ (آل عمران/۹۶)

سب سے پہلا خدا کا گھر (کعبہ معظمہ) جو لوگوں کے لئے وضع کیا گیا وہ مکہ میں ہے۔

آیت کریمہ میں اول تو ''وُّضِعَ لِلنَّاسِ'' کا لفظ لایا گیا' یعنی سارے انسانوں کے لئے وضع للعرب یا للعجم نہیں فرمایا گیا جس سے عرب اور بقیہ ساری اقوام کا قبلہ یہی بیت کریم ثابت ہوا۔ پھر اسے ہدایت اور رہنما بتلانے کے لئے عالمین کا لفظ استعمال فرمایا کہ وہ جہانوں اور ظالموں کے لئے ہدایت ہے جس سے اس قبلہ کا تمام جہانوں کے لئے عالمی ہدایت کا قبلہ ہونا ثابت ہوا' جس کے معنی اس کے سوا دوسرے نہیں کہ اطراف و اکناف عالم سے تمام اصناف بشر اور تمام قومیں اس عالمی رہنمائی کے تحت حج کرنے کے لئے اسی کی طرف بڑھیں اور اپنی اجتماعیت کبریٰ یا عالمی اجتماعیت کا ثبوت دیں۔

اسی لئے حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام کو جنہیں قرآن نے امام الناس فرمایا ہے کہ انی جاعلک للناس اماماً اور فرمایا کہ اذن فی الناس بالحج لوگوں کے لئے حج بیت اللہ کا اعلان عام کردیں تو یہاں بھی دونوں جگہ بلاتخصیص عرب وعجم الناس کا لفظ لایا گیا یعنی موذن تو امام الناس بنائے گئے جنہیں بلاتخصیص تقریباً دنیا کی تمام بڑی قومیں امام تسلیم کرتی ہیں اور اس اعلان عام کا مخاطب بھی الناس ہی کو بنایا گیا' جس میں کسی قوم یا ملک کی تخصیص نہیں جس کا مطلب یہ ہے کہ سارے انسانو حج کے لئے چلو'اس لئے امام العرب' یا امام الشام یا امام العراق نہیں بلکہ ''امام الناس'' کہا گیا جنہیں یہود ونصاریٰ بھی امام مانتے ہیں اور مسلمان بھی انہیں اپنا امام تسلیم کرتے ہیں۔ مجوس اور فارسی قومیں بھی زرتشت کے نام سے انہیں امام تسلیم کرتی ہیں اور براہمہ بھی ابراہیم کو اپنا امام مانتے ہیں' غالباً اسی لئے انہوں نے اپنا لقب براہمہ رکھا ہے' نیز بقیہ اقوام بھی تبعاً اسی ذیل میں آجاتی ہیں جو ممکن ہے کہ ناموں کے تفاوت سے وہ بھی ان کی امامت کو تسلیم کرتی ہوں۔ غرض اعلان حج کے لئے امام الناس کو منتخب فرمایا جانا اس کی کھلی علامت ہے کہ حج کا یہ اذن عام دنیا جہان کے سارے انسانوں کے لئے تھا' اور حج کے اس اعلان عام کا مخاطب ''الناس'' کو بنایا جانا بھی جس میں کسی ملک یا قوم کی تخصیص نہیں اس کی کھلی دلیل ہے کہ حج کا خطاب دنیا کے سارے انسانوں کے لئے ہے' جس سے صاف واضح ہے کہ حق تعالیٰ نے اس قبلہ مقدسہ کو مرکز خاص اور مرکز عالم بنا کر حج کے لئے اس کے اردگرد سارے ہی انسانوں کو جمع کرنے کا اذن عام دیا ہے جس سے حج ایک بین الاقوامی عبادت ثابت ہوجاتا ہے' لیکن اگر اور قومیں اس سے منحرف بھی ہوجائیں اور صرف مسلمان ہی اس کی طرف رجوع کریں تب بھی وہ بین الاقوامی ہی قبلہ ثابت ہوگا۔ کیونکہ مسلمان دنیا کے ہر خطہ میں موجود ہیں اور وہ یورپ' ایشیاء' افریقہ اور امریکہ سے چل کر نوبت بنوبت حج کے لئے آئیں گے تو اسکی نبین الاقوامیت پھر بھی نمایاں رہے گی' اور اس میں پہنچ کر حج بین الاقوامی ہی عبادت ثابت ہوگا۔

خلاصہ یہ کہ حج بروئے قرآن اس دنیا میں ایک عالمی اجتماع ہے جس میں ساری قومیں یکسانی کے ساتھ حصہ لیتی ہیں' اس لئے ان میں قدرتی طور پر اخوت اسلامی عالمی مساوات اور عالمی بھائی چارہ اور عالمی خدمت کا جذبہ ابھرنا ہی چاہیے پھر ساتھ ہی حج میں صورتوں میں بھی مساوات رکھی گئی ہے' پھر اسی پر قناعت نہیں کی گئی کہ اقوام ہی سب یکساں رہیں بلکہ آنے والے افراد میں بھی باہم یکسانی اور مساوات رونما ہو' لباس بھی سب کا ایک ہو' وضع بھی ایک اور افعال بھی سب کے ایک اور یکساں ہوں' امیر وغریب' بادشاہ وگدا' خواص وعوام' عالم وجاہل' نیک وبد' صالح وطالح' متقی اور فاسق' ایک ہی لباس میں ایک ہی کفن میں' ننگے سر' ننگے پاؤں یکساں فقیرانہ انداز سے اس بیت کریم کے اردگرد جمع ہوں' احرام بندھا ہوا ہو' اور یک وضع اور یک رخ ہوکر اس بیت کریم کے اردگرد پروانوں کی طرح چکر کھائیں' طواف کریں اور اس پر اپنی جانثاری کا ثبوت دیں۔

عرفات کے میدان میں بھی اسی ایک وضع میں خاک بر سر ہو کر اپنے رب کے سامنے گڑگڑائیں اور فریاد کریں، مزدلفہ اور منیٰ میں بھی ایک ہی انداز سے گریہ وزاری میں محو اور مست ہوں، صفا مروہ کی پہاڑیوں کے درمیان بھی اسی ایک انداز گرویدگی اور محویت سے عاشقانہ اور والہانہ دوڑ لگائیں ایک قافلہ دوسرے قافلے کو دیکھے تو بجائے کسی دینوی یا معاشرتی نعرہ کے لبیک لبیک کا نعرہ بلند کرے تا کہ باہمی یکسانی کے ساتھ ان کی بندگی میں بھی یکسانی رہے، اور ایک ہی متواضعانہ اور سرفروشانہ انداز سے ایک دوسرے کے سامنے آئیں خواہ وہ حکمران ملک اور سربراہان ریاست ہوں یا عوام الناس اور پبلک میں ہوں، ظاہر ہے کہ جب اس طرح لاکھوں انسانوں کی ایک ہی فقیرانہ وردی، ایک ہی سب کی نقل وحرکت، ایک ہی عمل، ایک ہی مرکز، اور ایک ہی رخ ہوگا تو کیسے ممکن ہے کہ اس مساویانہ انداز میں ہو کر ان میں اونچ نیچ کا کوئی تصور بھی باقی رہے۔ دنیا کی کوئی قوم اس عملی مساوات کا نمونہ دکھلائے تو سہی کہ ایسی بین الاقوامی مساوات کس میں ہے، اور ظاہر و باطن کی برابری اور ہمواری کا ایسا سچا مظاہرہ کس نے کر کے دکھلایا ہے، یا دکھلا سکتی ہے۔

پھر اسی کے ساتھ سب کی پارسائی اور زہد و قناعت کا یہ عالم کہ گھر و بار چھوڑے ہوئے زر و مال بقدر ضرورت ہی لئے ہوئے، نہ رسمی عزت و جاہ کا تصور، نہ کسی پر کسی کو بڑائی کا زعم، نہ کسی میں اونچ نیچ کا وہم، نہ کسی کی زبان پر کوئی فحش و بے حیائی کا کلمہ نہ آپس میں جھگڑا اور نزاع، نہ جدال وقتال بلکہ قلبی طور پر ایک دوسرے کے ساتھ گرویدگی، خدمت باہمی کا جذبہ، ایثار و قربانی کا ہمہ وقت تصور، اور ہر ایک میں بجائے اونچ ہونے کے تواضع اور فروتنی کا غلبہ اور بجائے نیچ ہونے کے غنا و توکل کا جذبہ، رسمی کر و فر اور ٹھاٹھ باٹھ سے کوسوں دور سادگی اور بے تکلفی سے مخمور، اسی ایک کی محبت میں چور چور، اسی کو پکارنا، اسی ایک سے مانگنا، اور اسی ایک کے آگے جھکنا جو سب کا ایک ہی مرکز حقیقی، اصل وجود اور خالق و مالک ہے، اور اسی کے اس بین الاقوامی گھر کے ارد گرد گھومنا جو سب کا مرکز ظہور، سب کی مادی اصل اور سب کیلئے مرکز کشش ہے۔

دنیا کی کوئی قوم قلوب کی یہ یکسانی، قوالب کی یہ مساوات، افراد انسان کی یہ عالمی موانست اور اولاد آدم کی یہ عالمی اخوت دکھلائے تو سہی کہ کہاں ہے، جو اسلام اور مسلم نے اپنے رب سے جُو کر دکھلائی، اور نہ خود ہی دکھلائی بلکہ اسی نے دنیا کو یہ سبق دیا کہ اونچ نیچ کا مٹانا نعروں سے نہیں بلکہ عملاً یوں ہوتا ہے اور کبر و غرور کا سر اس طرح توڑا جاتا ہے۔

اسی توجہ الی اللہ اور یک رخی کا قدرتی اثر ہے کہ اس لاکھوں کے مجمع میں جس میں مرد اور عورت مساوات کے ساتھ ایک جگہ ایک مقام پر جمع ہوتے ہیں، نہ کہیں فحش کا نشان ہوتا ہے، نہ بے حیائی کا وہم وگمان، نہ معصیت کاری کا کوئی داعیہ، نہ کسی کی حق تلفی کا کوئی جذبہ دلوں میں بھی امن وسکون اور باہر بھی امن وسکون، نہ مار دھاڑ ہے، نہ طبقہ وارانہ فساد، نہ نزاع وجدال ہے، نہ قتل وقتال، نگاہوں میں پاکی اور دلوں میں حق شناسی، اور ساتھ ہی ساتھ عبادت اور اللہ سے وابستگی۔

ع یوں بہم کس نے کیے ساغر و سنداں دونوں

عملاً دکھلا دیا جاتا ہے کہ معاصی اور گناہوں سے کیونکر بچا جاتا ہے اور انسانی ہمدردی اور مساوات کو عبادت کے ساتھ کس طرح بروئے کار لایا جاتا ہے۔

پھر حج میں یہ عالمی اخوۃ ومساوات محض لفظی یا اخلاقی حد تک محدود نہیں رکھی گئی بلکہ اس کے ساتھ تعاون باہمی ضرورتمندوں کے لئے مالی اعانت و ہمدردی کا سلسلہ بھی قائم فرمایا گیا ہے تاکہ یہ اخوۃ ومساوات ہر نہج سے مستحکم ہوتی رہے اور اس حسن سلوک اور احسان عام سے دنیا کے ہر خطہ کے مسلمان دوسرے ملک کے مسلمانوں کے ساتھ منت پذیری اور احسان شناسی کے ساتھ مربوط ہوں کیونکہ خصوصیت سے اس طویل وعریض سفر میں صرف امراء ہی نہیں آتے بلکہ غرباء بھی شامل ہوتے ہیں بلکہ اکثریت غرباء ہی کی ہوتی ہے جو اپنے ذوق وشوق سے کسی نہ کسی ضروری حد تک ہی سامان سفر مہیا کر کے پہنچ پاتے ہیں ہوسکتا ہے کہ ان کے پاس رقم کی قلت ہو جائے اور وہ اپنی بعض واجبی ضروریات بھی پوری نہ کرسکیں اور تکلیف میں مبتلا ہو جائیں یا ضرورت کی حد تک رقم ہو مگر اچانک کوئی غیر معمولی ضرورت پیش آجائے جو ان کی برداشت سے باہر ہو جیسے بیماری اور دوا دارو وغیرہ کی پریشانی یا یہ بھی نہ ہو مال چوری چلا جائے اور وہ غنی ہوتے ہوئے بھی اس سفر غربت میں فقیر بن جائیں اور مستحق امداد بن جائیں یا ان میں سے کوئی بھی صورت پیش نہ آئے وقتی حالات کے لئے تالیف قلوب ہی ضروری ہو جائے ان تمام احوال کے پیش نظر حدیث نبوی نے یہ کہہ کر ان کی مالی اعانتوں کی ترغیب دی کہ حرم محترم میں جو بھی غریبوں پر خرچ کیا جائے گا تو اس کا اجر ایک لاکھ گنا ہوگا یعنی ایک روپے کا صدقہ ایک لاکھ روپے کے صدقہ کے مساوی ہوگا جس کا حاصل یہ ہے کہ غیر حرم میں جو تزکیہ نفس یا رزیلہ بخل سے پاکی اور غنائے نفس کا ملکہ ایک لاکھ روپیہ صدقہ دے کر پیدا ہوتا ہے وہ حرم محترم میں ایک روپیہ دے کر ہو جائے گا اور روحانی ترقی کے درجات ایک سے ایک لاکھ تک یکدم پہنچ جائیں گے۔ سو کون ہوگا کہ اس ترغیب کے بعد اس بہتی ہوئی سبیل میں ہاتھ تر نہ کرے۔ پھر قرآن کریم نے حج کی قربانیوں تک میں جو مناسک حج میں سے ہیں غرباء اور ضرورتمندوں کی رعایت فرمائی اور اس حسن سلوک کا سلسلہ بھی عالمی بنا دیا۔ ارشاد حق ہے:

فکلوا منها واطعموا البائس الفقیر

(سو ان قربانیوں کے جانوروں میں سے) خود بھی کھاؤ اور مصیبت زدہ محتاج کو بھی کھلاؤ

غرض حج میں جیسے عالمی اخوۃ ومساوات رکھی گئی ہے ویسے ہی مالی تعاون کو بھی بین الاقوامی بنا دیا گیا ہے کیونکہ مصیبت زدہ فقیر میں کسی ملک یا وطن کی تخصیص نہیں فرمائی گئی کہ وہ عرب کے ہوں یا عجم کے بلکہ دنیا کے کسی خطہ کے بھی ہوں سب اس میں داخل ہیں۔

سوال یہ ہوسکتا ہے کہ ایک شخص صدقہ وخیرات کا جذبہ بھی رکھتا ہے اور غریبوں کی مدد بھی کرنا چاہتا ہے لیکن

نقد رقم اس کے پاس اتنی نہ ہو کہ وہ یہ جذبہ پورا کر سکے' تو قرآن حکیم نے اس صورت حال کو سامنے رکھ کر اس کی بھی اجازت دی کہ اگر کوئی مالی تجارت ساتھ لے جا کر فروخت کر سکے' جس سے اپنی اور اپنے دوسرے بھائیوں کی ضرورتیں پوری ہوتی ہوں تو اس پر کوئی گناہ نہیں اور نہ اس عبادت میں اس سے کوئی فرق پڑے گا۔ ارشاد فرمایا گیا:

لیس علیکم جناح ان تبتغوا فضلا من ربکم

(اگر حج میں کچھ اسباب تجارت ہمراہ لے جانا مصلحت سمجھو تو) تم کو اس میں بھی ذرا گناہ نہیں۔

کہ (حج میں) معاش کی تلاش کرو' (جو تمہاری قسمت میں) تمہارے پروردگار کی طرف سے (لکھا) ہے

دوسری جگہ ایک دوسرے عنوان سے اسی اجازت کو اس طرح دوہرایا گیا ہے کہ اس میں ترغیب دینے کی شان بھی پیدا ہوگئی' جہاں حضرت ابراہیمؑ کو حج کا اعلان عام کر دینے کا امر فرمایا گیا ہے' وہیں یہ بھی ارشاد حق ہے' فرمایا

لیشھدو امنا فع لھم (اس اعلان عام سے لوگ پیدل) اور دبلی پتلی اونٹنیوں پر جو دراز راستوں سے پہنچی ہوں گی' چلے آئیں گے) تاکہ وہ اپنے فوائد کے لئے آموجود ہوں۔

یہاں منافع کا لفظ عام ہے' جس میں اولیت کے ساتھ حج کے اخروی منافع جیسے رضاء خداوندی اجر و ثواب اور آخرت کی ترقی درجات بھی داخل ہیں' اور ثانویت کے ساتھ دینوی منافع جیسے قربانی کا گوشت کھانا اور کھلانا اور تجارت یا صنعت و حرفت یا علاج معالجہ وغیرہ سے مال کمانا بھی شامل ہیں۔

پس قرآن حکیم نے جیسے حج کے مسئلہ سے عالمی اخوۃ و مساوات کے رشتے قائم فرمائے ویسے ہی عالمی تجارت اور بین الاقوامی انداز سے صنعت و حرفت کے منافع کا راستہ بھی ہموار فرما دیا تاکہ یہ اخوت و مساوات حسن سلوک کی مضبوط بنیادوں پر قائم رہے' اور عالمگیر طریق پر امداد باہمی اور بقائے باہم کے سلسلے جاری رہیں تاکہ مسلمانوں کے روابط صرف اپنے ہی ملک کے مسلمانوں تک محدود نہ رہ جائیں بلکہ دنیا کے آخری کناروں تک پہنچیں اور بین الاقوامی بنیں۔

بہر حال حج ایک بین الاقوامی عبادت' بین الاقوامی مساوات' بین الاقوامی اخوت اور بین الاقوامی تعاون کا ایک بے مثال اور عظیم المرتبت نمونہ ہے' جس میں مرکز بھی ایک' عمل بھی ایک' فکر بھی ایک' لباس بھی ایک وضع و ہیئت بھی ایک' رُخ بھی ایک' محبت بھی ایک اور سب کی انسانیت بھی ایک ہو کر سامنے آتی ہے' اور اونچ نیچ' چھوت چھات نفرت و حقارت باہمی کا بیج تک مارا جاتا ہے' پس جو قومیں آج مساوات اور بھائی چارگی کی لفظی رٹ لگا رہی ہیں' وہ قرآن کے دیئے ہوئے اس نمونہ مساوات کو سامنے رکھ کر عبرت پکڑیں' ورنہ مساوات اور بھائی چارہ کے نمائشی دعوے زبان پر نہ لائیں۔ وہ صرف مساوات' اخوت اور بھائی چارہ کے الفاظ رٹے ہوئے ہیں۔ اور شاید وہ بھی اسلام ہی کی

اس عام پکار اور دعوت کی بدولت کہ ”کلکم بنو آدم و آدم من تراب“ تم سب اولاد آدم ہو اور آدم مٹی سے پیدا کئے گئے، تم میں نہ کوئی سورج کی اولاد ہے، نہ چاند کی، نہ کوئی سونے سے بنا ہوا ہے، نہ چاندی سے، نہ کوئی خدا کے منہ سے نکلا ہوا ہے، نہ اس کے پیروں سے بلکہ سب اس کی مشیت و تخلیق سے ایک ہی جوہر سے اور ایک ہی باپ کی اولاد سے پیدا شدہ ہیں، اور آپس میں بھائی بھائی ہیں، اور اسلام ہی کے نعرہ کی بدولت کہ ان الناس کلھم اخوۃ انسان سارے کے سارے آپس میں بھائی بھائی ہیں، اخوت ومحبت کے لئے بنائے گئے ہیں۔ وہ لوگ چاند سورج کی اولاد بن کر انسانوں کو اخوت ومساوات کا درس نہیں دے سکتے بلکہ آدم خاکی کی اولاد ہوکر اور آدمیوں میں مل کر ہی یہ سبق پڑھا سکتے ہیں۔ وہ بہت سے خداؤں کے بندے بن کر دنیا کو ایک مرکز پر جمع نہیں کر سکتے بلکہ ایک اور صرف ایک واحد قہار اور بے مثل و یکتا خدا کے بندے بن کر ہی وحدت اور مرکزیت کے نقطہ پر لا سکتے ہیں، کیونکہ اسی خدائے واحد و بے ہمتا نے عالمی اخوۃ اور محبت کے لئے دنیا میں تین مرکز کلام اللہ، بیت اللہ، اور رسول اللہ بھیجے ہیں، جنہیں عالمی مرکزیت دی ہے۔

قرآن کو ”ذکری للعلمین“ بتلایا، بیت اللہ کو ھدی للعالمین فرمایا اور حضرت خاتم الانبیاء کو رحمۃ للعالمین کہا۔ قرآن سے عالمگیر ہدایت بصورت قانون حق پھیلی۔ بیت اللہ سے عالمگیر اخوت، ومساوات بصورت حج ابھری، اور نبی خاتم سے عالمگیر رحمت ومحبت اور انسانیت بصورت عمل سامنے آئی۔

اس لئے جو قومیں بھی صحیح ہدایت، صحیح اخوت ومساوات اور صحیح انسانیت انسانوں میں دیکھنا چاہتی ہیں، انہیں ان تین مرکزوں سے چارۂ کار نہیں ہے اور یہ پاک پونجی انہیں ان ہی تین دروازوں سے مل سکتی ہے، اگر تعصبات کو چھوڑ کر طلب صادق کے ساتھ ان کے سامنے آئیں گی تو بلاشبہ کامیاب واپس ہوں گی۔ حاصل یہ کہ حج جیسے بین الاقوامی اور اجتماعی رنگ کی عبادت ہے، ویسے ہی عالمی اخوت ومساوات اور عالمی امداد باہمی کا سرچشمہ بھی ہے۔

قرآن حکیم نے اخوت ومساوات کا ایک مستقل قانون دیا ہے جس کا ایک اہم پہلو حج کی عبادت میں بھی مضمر ہے۔ اس لئے موضوع کی رعایت سے اسی پہلو کو اس مختصر خطاب اور اس قلیل وقت میں ظاہر کرنا مقصود تھا، ورنہ حج کے سلسلے میں دینی اور دنیوی فوائد ومنافع کی فہرست اس سے کہیں زیادہ طویل ہے، اتنی نہیں کہ ان چند سطروں میں سما سکے اس کے لئے دفتر درکار ہیں۔ وباللہ التوفیق۔

سلسلہ خطبات جمعہ

شیخ الحدیث حضرت مولانا حافظ انوار الحق صاحب
ضبط وترتیب : حافظ محمد سلمان الحق انوار حقانی
مدرس دار العلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک

نماز میں خشوع وخضوع کی اہمیت‘ فضیلت اور برکات

حضورﷺ صحابہؓ ‘ سلف صالحین کے خشوع وخضوع کے دلچسپ واقعات

نحمدہٗ و نصلی علی رسولہ الکریم امابعد فاعوذ باللہ من الشیطان الرجیم بسم اللہ الرحمن الرحیم قد افلح المومنون الذین ھم فی صلاتھم خٰشعون (سورۃ المومنون)

ترجمہ: یقیناً وہ ایمان والے کامیاب ہوگئے جو اپنی نماز میں خشوع وخضوع کرنے والے ہیں۔

عن ابی الدردا رضی اللہ عنہ ان النبی ﷺ قال اول شیء یرفع فی ھذالامۃ الخشوع حتیٰ لاتریٰ فیھا خاشعاً (رواہ الطبرانی)

ترجمہ: حضرت ابی الدرداؓ سے روایت ہے کہ آنحضرتﷺ نے فرمایا اس امت میں سب سے پہلے خشوع اٹھایا جائے گا یہاں تک کہ تم کو اس امت میں ایک بھی خشوع کرنے والا نہ ملے گا۔

محترم حاضرین غالباً آج چوتھا خطبہ ہے جس میں تسلسل سے نماز کی فضیلت‘ اہمیت‘ ضرورت اور فوائد وغیرہ کا ذکر ہو رہا ہے

توحید کے بعد نماز کا درجہ: اہم ترین عبادت یہی نماز ہے۔ جس کی ادائیگی کے لئے نہ کسی نصاب کی ضرورت اور نہ مرد وزن کا فرق‘ نہ سفید وسیاہ‘ مالدار اور غریب میں امتیاز۔ بلکہ ہر کلمہ گو خواہ دنیا کے جس کونے میں پیدا ہوا اسلام کے نعمت سے مالا مال ہو اس پر ادائیگی فرض اور اس پر ملنے والا اجر وثواب اگر صحیح انداز سے ادا کیا جائے‘ بادشاہ وفقیر دونوں کے لئے مساوی ہے‘ ادائیگی کے لحاظ سے آسان اور نتائج کے لحاظ سے اس عظیم المرتبت عبادت پر بولنے کے لئے چند ہفتے تو کیا اگر عمر کا سارا حصہ اس عبادت کے خصائص‘ فوائد اور اسرار ورموز کے بیان پر خرچ کر دیا جائے تو تمام کیا بلکہ حق بیان کی سعی بھی ناکافی ہوگی۔

خشوع وخضوع: بہرحال گزشتہ جمعہ کو نماز کی خاصیت کہ فحشاء ومنکرات سے یہ عبادت بچانی والی ہے۔ لیکن وہ نماز تب خاصیت کی حامل ہوگی جو اول سے آخر تک خشوع وخضوع کا مجموعہ ہو۔ جس کی مثالیں مرشد عالم‘ سرکار دوعالمﷺ‘ صحابہ کرامؓ اور اللہ کے نیک بندوں کی تاریخ میں ہمیں بکثرت ملتی ہیں۔ اپنے اور آپ حضرات کی

عبرت کیلئے دوچار واقعات کے ذکر پر اکتفاء کرکے نماز' دینوی واخروی فوائد ذکر کرنے کی حتی المقدور کوشش کروں گا۔

آغاز میں خشوع کا انداز: نماز ہو تو ایسی ہو کہ نمازی نیت باندھتے وقت یہ تصور کرے کہ میں اللہ کو دیکھ رہا ہوں۔ شیطانی حملہ سے بچنے کی ایک بہتر صورت یہ بھی ہے کہ جب ذہن نماز میں دوسرے طرف منتقل ہو' فوراً یہ تصور کرے کہ میں کس آفت میں مبتلا ہو گیا ہوں' کیا کر رہا ہوں جبکہ میں مالک حقیقی کو دیکھ رہا ہوں اور نماز جیسا اعلیٰ عمل اس کے سامنے ادا کر رہا ہوں اور وہ ذات میرے اعضاء تو کیا دل میں جو خیال گزرتا ہے اس سے واقف ہے' ابلیس لعین کے ساتھ اگر چند بار یہ مقابلہ جاری رہے تو ان شاء اللہ ایسا وقت بہت جلد میسر ہوگا کہ ازلی دشمن شکست خوردہ ہو کر بندہ اور اللہ کے درمیان جب مناجات اور بات چیت کرے گا نماز کی صورت میں ہو رہی ہے دور دور تک بھاگے گا۔ یہی بندہ نماز میں اپنے مالک وخالق سے نماز کی صورت میں جو بات چیت اس کی لذت میں ایسا منہمک ہوگا کہ نماز کے درمیان نمازی کو دنیا ومافیھا کا تصور ہی نہ ہوگا۔ حضور اکرمؐ کے ارشاد **ان تعبد الله كانك تراه فان لم تكن تراه فانه يراك** کا بہترین نمونہ بن جائے گا۔

امام زین العابدینؒ کا خشوع: امام زین العابدینؒ کے بارے میں مشہور ہے کہ جب نماز کے لئے وضو شروع کرنے لگ جاتے تو گھبراہٹ کی وجہ سے چہرہ وبدن کا رنگ زرد ہو جاتا لوگوں نے وجہ پوچھی تو فرمایا:

اتدرون بين يدى من اريدان اقوم ترجمہ: کیا تم کو علم نہیں کس ہستی کے حضور کھڑا ہونے کا ارادہ کر رہا ہوں۔

جب بارگاہ رب میں حاضری ہو: آج ایک شرم وحیاء احترام' عظمت ومحبت کی صفات سے متصف فرد کو اپنے محبوب' استاذ' پیر' مرشد' والدین کی عظمت کے پیش نظر ان کے سامنے کھڑے ہو کر گفتگو کرنے کے وقت اس کی حالت کیا ہو جاتی ہے' تو رب کائنات جو مالک الملک اور تمام صفات وکمالات کا جامع بلکہ ہر کمال کی انتہا اسی پر ہے' اس کے سامنے جب ایک حقیقی عابد' عبادت کے لئے کھڑا ہوگا تو اس کی حالت کیا ہونی چاہیے۔ عالم ربانی امام غزالیؒ نے کیا خوب نسخہ بتایا ہے' جو اسباب نماز میں وساوس لانے کا ذریعہ بنتے ہیں' نماز شروع کرنے سے پہلے ان کا قلع قمع کرنا چاہیے تاکہ نماز میں پریشانی کا سامنا کرنا نہ پڑے۔ یہی وجہ ہے کہ جو محتاط علماء وصلحائے امت ہیں' نے جس جانب قبلہ ہو نماز میں رخ اسی طرف ہوگا' کوشش ہونی چاہیے کہ اس طرف کوئی نقش ونگاری' گل کاری حتیٰ کہ لکھائی بھی ایسے کلمات اور جملوں کی نہ ہو جس سے نماز کے دوران نمازی کا دل ودماغ اللہ کے علاوہ کسی اور کی طرف مائل ہو۔

حضور اقدس ﷺ کا خشوع: نماز میں خشوع وخضوع کا اظہار حضورؐ کے اس معمول سے بخوبی ظاہر ہو رہا ہے جس کا ذکر حضرت مطرف اپنے باپ سے کر رہے ہیں۔ **عن مطرف عن ابيه قال رأيت رسول الله ﷺ يصلى وفى صدره ازيز كا زير الرحى من البكاء** (ابوداؤد باب فی البکاء فی الصلوۃ)

ترجمہ: مطرف اپنے والد حضرت عبداللہ بن شخیر سے روایت کر رہے ہیں کہ میں نے آنحضرت ﷺ کو نماز میں دیکھا کہ

آپ کے سینہ اقدس سے چکی کی آواز کی طرح رونے کی آواز آئی۔

کیا میں اللہ کا شکر گزار بندہ نہ بنوں: جلیل القدر صحابی حضرت مغیرہ بن شعبہؓ سے روایت ہے۔

عن المغیرہ بن شعبہ قال ﷺ حتی انتفخت قدماہ فقیل لہ' اتتکلف ھذا وقد غفر اللہ ما تقدم من ذنبک، وما تاخر قال افلا اکون عبدا شکورا

ترجمہ: حضرت مغیرہ بن شعبہ سے روایت ہے کہ سرکار دو عالم ﷺ نے نماز پڑھنی شروع کر دی طویل قیام' رکوع سجدہ ودیگر ارکان کی وجہ سے دونوں قدم مبارک سوجھ گئے۔ فراغت کے بعد کسی نے آپؐ سے پوچھا آپ کیوں اپنے آپ کو اس قدر شدید تکلیف دے رہے ہیں حالانکہ رب العالمین نے آپ کو گناہوں سے پاک وصاف بنایا ہے فرمایا پھر تو مجھے اللہ کا بہت شکر گزار ہونا چاہیے۔

حضرت ابو ہریرہؓ سے بھی اسی طرح مروی ہے۔ **عن ابی ھریرۃ قال کان رسول اللہ ﷺ یصلی حتی ترم قدماہ قال فقیل لہ تفعل ھذا وقد جاءک ان اللہ تعالیٰ قد غفر لک ماتقدم من ذنبک وما تاخر قال افلا کون عبداً شکورا۔** اسی طرح روایت حضرت ابو ہریرہؓ سے بھی ہے کہ حضورؐ نماز (تہجد) اس انداز میں پڑھتے کہ قدمین سوجھ جاتے' کسی نے پوچھا کہ اللہ نے آپ کو معصوم ڈکلیئر کر دیا ہے پھر کیا ضرورت؟ فرمایا پھر کیا اللہ کے اس کرم پر زیادہ شکریہ ادا کرنے والا نہ بنوں؟

حضور ﷺ تمام رات روتے ہوئے: تبلیغی حضرات موجود ہیں شیخ الحدیث حضرت مولانا زکریاؒ کی تالیف فضائل اعمال میں بعض حضرات حضرت عائشہؓ کی بارگاہ میں حاضر ہوئے۔ ایک شخص ام المومنین حضرت عائشہؓ سے حضور ﷺ کے عجیب واقعہ اور عمل کے بارہ میں پوچھنے لگا۔ جس کے جواب میں حضرت عائشہؓ نے سائل سے پوچھا کہ آنحضرت کا کون سا کام عجیب نہ تھا۔ ہر بات عظیم الشان تھی پھر واقعہ سنانے لگ گئی کہ ایک رات آنحضرت ﷺ میرے پاس تشریف لا کر آرام فرمانے لگے۔ پھر اچانک اُٹھ کر رب العالمین کی عبادت (نماز) شروع فرمائی نماز شروع کرنی تھی کہ حضورؐ پر رونے اور رقت کی حالت طاری ہوگئی۔ یہی کیفیت رقت اور گریہ رکوع، سجدہ، قعدہ میں بھی اس انداز سے جاری رہی کہ سینہ مبارک بھی آنسوؤں سے تر ہوگیا' طلوع فجر تک یہی خشوع وخضوع کی کیفیت جو خوف خدا، رقت قلب اور رونے پر مشتمل تھی جاری رہی فجر ہوتے ہی حسب معمول حضرت بلال نے آکر فجر کے نماز کی اطلاع دی۔ فرماتے ہیں کہ میں نے آنحضرت کو عرض کیا یا رسول اللہ آپ تو معصوم عن المعاصی ہیں۔ اگر بالفرض ہوں بھی (جو بالکل صادر ہی نہیں ہوئی) اللہ نے بخشنے کا وعدہ فرما لیا ہے۔ تو پھر اتنی شدت وتکلیف کی حالت میں ساری رات آپ نے رونے، طلب مغفرت اور عبادت میں کیوں گزاری؟ یہاں بھی وہی عجز وانکساری کا جملہ فرمایا۔ (جب اللہ نے مجھ پر اتنا کرم کر لیا ہے) تو کیا میں اسکا شکر گزار بندا نہ بنوں۔

حضورﷺ کا حق نماز کی ادائیگی کا تصور: سرکار دو عالم مرشد عالمﷺ کے فرمان کہ میری آنکھوں کی ٹھنڈک نماز میں ہے کا مشاہدہ اور عقیدہ یقینی تب ہو جاتا ہے جب حضرت حذیفہؓ حضورﷺ کے ساتھ ایک دفعہ نماز پڑھنے کا واقعہ بیان کرتے ہوئے گویا ہیں کہ چار رکعتوں میں چار سورتیں سورۃ بقرہ سے لیکر سورۃ مائدہ کے اختتام تک جیسے کہ عادت مبارکہ تھی تجوید وترتیل سے پڑھیں۔ ہر آیت رحمت پر رک کر اس کے طلب کی دعا کرنا اور عذاب ومشقت کی آیت پڑھتے وقت رک کر اللہ کی ذات کے ذریعہ عذاب سے پناہ مانگتے اور پھر لمبے لمبے رکوع وسجدوں کا ذکر تو آپ کئی دفعہ خطبات کے دوران سنتے چلے آ رہے ہیں۔ اللہ اکبر اتنے خشوع وخضوع اور مشقت برداشت کرنے کے بعد بھی اپنی انکساری اور خاکساری سے بھرپور نماز کی فراغت پر بطور عجز وانکساری وتواضع اپنی عبادت کو معمولی سمجھ کر روتے ہوئے دعائیں فرماتے **اللھم ما عبدناک حق عبادتک وما عرفناک حق معرفتک**۔ اے اللہ جل جلالہ نہ میں نے آپ کی عبادت کرنے کا جو حق ہے وہ ادا کر دیا اور نہ آپ کو پہچاننے کا جو حق ہے وہ ہم سے ادا ہو سکا۔

دنیا کی ہدایت کیلئے رب العالمین نے جو نمونہ بھیجا اس کے کردار گفتار اعمال واکسیر نفسی کا یہ عالم اور ہم اپنے آپکو محبوبﷺ کے عاشق کہنے والوں کے ذوق عبادت وایمان میں کتنی بڑی خلیج ہے۔ ہم اتفاق سے کبھی دو رکعت پڑھ لیتے ہیں جن میں نہ حضورﷺ کے نماز کی وہ چاشنی عجز وانکساری اور نہ زبان سے جو کچھ پڑھ رہے ہیں دل سے اس کی موافقت تکبر وغرور اتنا کہ فوراً اپنے آپکو جنت کے والی اور وارث سمجھ لیتے ہیں جیسے ہم نے اللہ پر (نعوذ باللہ) بڑا احسان کیا جبکہ اسکے لامتناہی احسانات وانعامات کو بھی ہم اپنا ہی کمال سمجھتے ہیں۔ اور ہماری نمازوں میں انہی شرائط وصفات کے نہ ہونے کیوجہ ہے کہ نمازی پر نماز کے جو انوار وبرکات مرتب ہوتے ہیں ہم اُن سے محروم ہیں۔

حضرت ابوطلحہؓ کے خشوع کا انداز: کاش ہم بھی اپنی نمازیں حضورﷺ پر اپنی جانیں نچھاور کرنے والے جو آنحضرتﷺ کے بعد ہمارے لئے اعلیٰ ترین نمونہ ہیں صحابہ کرام کی اتباع کرتے ہوئے پڑھتے۔ جلیل القدر صحابی حضرت ابوطلحہؓ اپنے باغ میں نماز پڑھ رہے ہیں درختوں کے درمیان ایک پرندہ باغ سے نکلنے کیلئے راستہ کے تلاش میں ادھر ادھر اُڑنے لگا۔ حضرت ابوطلحہؓ کی توجہ نماز کے دوران پرندے اور درختوں کی طرف منتقل ہوئی۔ اس معمولی وقت کیلئے نماز میں اپنے خالق ومالک سے توجہ ہٹے پر اپنا باغ ہی حضورﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر اللہ کی خوشنودی کی خاطر عامتہ المسلمین کیلئے وقف کر کے اسکی ملکیت سے دستبردار ہو گئے۔

تیر لگتے رہے مگر نماز نہ توڑی: صحابہ کے شوق نماز کا اندازہ آپ اس واقعہ سے کر سکتے ہیں جو امام ابوداؤدؒ اپنے ایک ترجمۃ الباب کے ضمن میں نقل فرماتے ہیں: **عن جابرؓ قال خرجنا مع رسول اللہﷺ یعنی فی غزوۃ ذات الرقاع فاصاب الرجل امراۃ رجل من المسلمین فحلف انی لا انتھی حتی اھریق دماً فی اصحاب محمد فخرج یتبع اثر النبیﷺ فنزل النبیﷺ منزلاً فقال من رجل یکلؤنا فانتدب**

رجل من المهاجرين و رجل من الانصار فقال كو نابفم الشعب قال فلما خرج الرجلان الى فم الشعب اضطجع المهاجرى وقام الانصارى يصلى واتى الرجل فلما رأى شخصه عرف انه ربئية للقوم فرماه بسهم فوضعه فيه فنزعه حتى رماه بثلثة اسهم ثم ركع وسجدثم انتبه صاحبه فلما عرف انهم قد نذروانه هرب فلما رائى المهاجرى مابالا نصارى من الدماء قال سبحان الله الا انبهتنى اول مارمٰى قال كنت فى سورة اقرء ها فلم احب ان اقطعها (ابوداؤد)

ترجمہ۔ حضرت جابرؓ سے روایت ہے کہ ہم ایک دفعہ غزوہ ذات الرقاع میں نکلے۔ ایک آدمی نے کسی کافر کی بیوی کو قتل کردیا۔ مقتولہ کے کافر خاوند نے قسم کی کہ اسوقت تک سکون سے نہ بیٹھوں گا جب تک محمد ﷺ کے کسی ساتھی کو شہید نہ کروں۔ پس وہ نبی کریم ﷺ کے قدموں کی نشانیوں کو دیکھتے ہوئے انکے پیچھے لگ گیا۔ پس ایک منزل پر آرام کیلئے اترے فرمایا ہمارا پہرہ کون دے گا ایک مہاجر (جس کا نام عمار بن یاسر تھا) اور ایک انصاری (جس کا نام عباد بن بشر تھا) نے یہ ذمہ داری قبول کی۔ حضور ﷺ نے فرمایا کہ گھاٹی کے کنارے چلے جاؤ۔ جب حضور ﷺ کے مقرر کردہ جگہ چلے گئے۔ مہاجر لیٹ گیا اور انصاری صحابی نے کھڑے ہو کر نماز پڑھنا شروع کردیا۔ ایک شخص نے آ کر انکی شناخت کر لی کہ یہ اس قوم کے پہرہ دار ہیں پس اسے ایک تیر مارا جو اسے نماز پڑھتے ہوئے لگا۔ انصاری نے تیر نکال دیا۔ حتی کہ اس مشرک نے تین تیر مارے۔ رکوع سجدہ کرنے کے بعد اس نے اپنے ساتھی کو بتایا۔ تیرانداز کو معلوم ہوا کہ وہ خبردار ہو گئے تو بھاگ گیا۔ مہاجر صحابی نے جب انصاری کو (خون میں لت پت) دیکھا تو تعجب سے کہا۔ آپ نے پہلا تیر لگتے ہی مجھے کیوں نہ بتایا۔ انصاری نے کہا میں قرآن کی ایک سورۃ پڑھ رہا تھا جسے توڑنا میں نے پسند نہ کیا۔

ہم بھی نماز پڑھتے ہیں ایک چھوٹی سی چیونٹی کپڑوں میں داخل ہونے اور بدن پر ایک مکھی بیٹھنے سے تمام بدن میں ہلچل بپا ہو کر دور سے دیکھنے والے کو یہ امتیاز کرنا مشکل ہو جاتا ہے کہ مذکورہ شخص نماز پڑھ رہا ہے یا کھیل کود میں مصروف ہے اور ذکر کردہ واقعہ میں صحابی نماز کے اس حقیقی روح اور لذت سے لطف اندوز ہو رہا ہے کہ دشمن کی طرف سے تیر برسانے اور بدن سے خون کے فوارے چھوٹ جانے پر بھی اپنے محبوب کیساتھ ہم کلامی میں کوئی مصیبت حائل نہیں ہو سکتی۔

خشوع وخضوع کی تکمیل کب ہوگی:

صحابہ حضور کے ہر عمل اور حکم پر حرف بہ حرف عمل کرنے کیلئے بے چین رہتے ان کو یقین تھا کہ نماز میں خشوع وخضوع کی تکمیل کے بغیر نماز حقیقی عبادت ہی نہیں بلکہ ناقص ہے جیسے کہ آپکا فرمان ہے۔

عن عبدالله رضى الله تعالىٰ عنهما مثل الصلوة المكتوبه كمثل الميزان من اوفى استوفى (رووه البيهقى) ترجمہ۔ حضرت ابن عباس حضور ﷺ سے روایت کررہے ہیں کہ آپ نے ارشاد

فرمایا۔فرض نماز کی مثال ترازو جیسے ہے جو نماز کو پوری طرح ادا کرتا ہے اسے پورا اجر ملتا ہے۔

عن عثمان بن ابی دھرشؓ مرسلا (قال) لا یقبل اللّٰہ من عبد عملاً حتی یحفر قلبه مع یدیه (رورہ الترغیب) ترجمہ۔ حضرت عثمان بن ابی دھرشؓ آنحضرت ﷺ سے روایت کرر ہے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا اللہ بندے کے اس عمل کو قبول فرماتے ہیں جس میں وہ اپنے بدن کیساتھ دل کو بھی متوجہ کرر ہا ہو۔

نماز کا اجروثواب میں خشوع ملحوظ ہوگا:

جس نے نماز لاپرواہی اور غفلت سے پڑھی اسے قیامت کے روز فرض نماز کے تولنے کیلئے جو ترازو ہوگا وہ پورا نہیں بلکہ جس غفلت اور بے توجہی سے پڑھی اس کے مقدار ثواب ملے گا۔امام ابی داؤد اسی سلسلہ میں ایک طویل روایت لائے ہیں جس کا مفہوم یہ ہے کہ نماز تو کئی لوگ پڑھتے ہیں مگر کسی کے نماز کا ایک تہائی نامہ اعمال میں لکھا جاتا ہے کسی کا چوتھا حصہ کسی کا پانچواں چھٹا کسی کو ساتواں کسی کو آٹھواں کسی کو نواں اور کسی کو دسواں حصہ لکھ دیا جاتا ہے۔نماز کا وہ حصہ جو خشوع کیلئے مانع ہوا اس کا اجروثواب کاٹ دیا جاتا ہے۔

حضرت علیؓ کا خشوع:

حضرت علیؓ کے بارے میں علماء نے لکھا ہے نماز کیلئے کھڑے ہو کر شروع کرنے کا ارادہ کرتے ہی کانپ اٹھتے کسی نے وجہ پوچھی کہ اس وقت آپ کا چہرہ مبارک زرد پڑ جاتا ہے فرماتے !اب اس امانت کی ادائیگی کا وقت شروع ہو رہا ہے جس کے تحمل اور اٹھانے سے آسمان زمین اور پہاڑوں نے معذرت کرلی تھی اور میں اسے اٹھا رہا ہوں۔

ہماری حالت یہ کہ ہم تو نماز اپنے اوپر ایک ایسا بوجھ سمجھتے ہیں جس سے جان چھڑانے کیلئے دو چار منٹ ہی کافی سمجھ کر اپنے پر فریضہ سے عہدہ برآ ہونے کی کوشش کرلیتے ہیں۔خلاصہ یہ کہ ہمیں اپنے نماز کو مؤثر نتیجہ خیر بنانے کیلئے ہر قسم کے وساوس سے احتراز اللہ کو حاضر ناظر سمجھ کر اسکے سامنے کھڑا ہونے اور تمام آداب کی رعایت کو ملحوظ رکھنا ہوگا۔ تب ہم خود اور ہماری نماز ہمیں گناہوں سے محفوظ رکھنے میں کارآمد ثابت ہوکر ''**والذین ھم علی صلوتھم یحافظون**'' کامیاب مسلمانوں کی اس صفت میں شامل ہو سکیں گے۔

ترکِ صلوٰۃ کے نقصانات:

محترم حضرات پہلے بھی عرض کر چکا ہوں کہ نماز مسلمانوں کا امتیازی شعار اور ایسا دینی نشان ہے جس میں اسلام کے پانچوں بنیادی ستونوں اور ارکان کی جھلک موجود ہے یہی وجہ ہے کہ اس اہم فرض کو ترک کرنے میں نہ صرف آخرت بلکہ دنیا کے بھی بے شمار نقصانات موجود ہیں اور پابندی سے ادائیگی میں صرف آخرت کی نہیں بلکہ اس حیات مستعار میں لاتعداد فوز وفلاح اطمینان وسکون کے راز موجود ہیں۔یہ عظیم المرتبت عبادت ہے کہ اسکے خواص زندگی ہی میں ظاہر ہونا شروع ہو جاتا ہے۔نماز نہ پڑھنے کی تباہ کاریوں میں ایک بہت بڑی بربادی وہ ہے جس کا ذکر انبیاء کے

سردار آنحضرت نے خود ارشاد فرمایا۔

عن ابن عباسؓ قال ان رسول الله ﷺ قال من ترک الصلوة لقی الله وهو علیه غضبان (دوره البزار)

ترجمہ: ابن عباس رضی اللہ عنہما سرکار دو عالم ﷺ سے روایت کررہے کہ آپ نے فرمایا جس شخص نے (بلا عذر قصداً) نماز چھوڑی وہ اللہ سے ایسی حالت میں ملے گا کہ اللہ تعالیٰ اس سے سخت ناراض ہونگے۔

محترم ساتھیو اللہ ہم سب کو اپنی ناراضگی سے بچائے جس سے اللہ ناراض ہو اگر ساری کائنات اس سے راضی ہو پھر کوئی اسے اللہ کے عذاب سے بچانے والا نہیں۔

ایک نماز کے چھوڑنے پر وعید شدید: ایک اور موقع پر رحمت دو عالم ﷺ نے فرمایا۔

عن نوفل بن معاویه رضی الله عنه ان النبی ﷺ قال من فاتته الصلوة فکانما وترا هله وماله (رواه ابن حبان)

ترجمہ۔ حضرت نوفل بن معاویہ حضور ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا جس شخص کی ایک نماز بھی (بلا عذر) فوت ہو۔ وہ ایسا ہے کہ گویا اسکے اہل وعیال، مال ومتاع ہلاک ہوئے۔

نمازی کیلئے پانچ انعامات:

استاذی وشیخی والد مکرم حضرت شیخ الحدیث مولانا عبدالحق نور اللہ مرقدہ اپنے مواعظ کے درمیان احادیث کی روشنی میں فرمایا کرتے تھے نمازی کیلئے اللہ تعالیٰ نے پانچ اعزاز وانعام مقرر فرمائے ہیں۔ نمبر ۱ نمازی کا رزق اور بڑھا دیا جاتا ہے۔ نمبر ۲ عذاب قبر سے محفوظ رہیگا نمبر ۳ قیامت کے دن اسکا اعمال نامہ اسکے دائیں ہاتھ میں اللہ دیگا جو نجات کی نشانی ہوگی۔ نمبر ۴ پل صراط پر جو قریباً تین ہزار سال کے سفر کے برابر مسافت ہوگی۔ اللہ اسے برق رفتاری سے گزار دیگا نمبر ۵۔ اللہ اسے بلا حساب جنت میں داخل ہونے والوں میں شامل کردے گا۔

تارکین صلوٰۃ کیلئے وعیدات:

تارکین صلوۃ کے بارہ میں احادیث بیان کرتے ہوئے فرماتے نمبر ۱۔ بے نمازی کی عمر میں برکت نہیں ہوتی۔ نمبر ۲۔ اسکے رزق میں برکت کے بجائے ہمیشہ تنگی رہتی ہے۔ نمبر ۳۔ صالحین اور نیکوکار خوش قسمتوں کے رجسٹر سے اس کا نام کاٹ دیا جاتا ہے۔ نمبر ۴۔ نماز نہ پڑھنے والے کے دیگر اعمال صالحہ جن پر یہ عمل پیرا ہوا ان پر قبولیت اور اجر مرتب نہیں ہوتا۔ نمبر ۶۔ موت کے وقت سخت پیاس میں مبتلا رہتا ہے۔ نمبر ۷۔ مرنے کیساتھ ہی قبر آگ سے بھر جاتی ہے۔ نمبر ۸۔ قبر اس پر تنگ ہوکر پسلیاں پسلیوں میں داخل ہوجاتی ہیں ایک اژدھا اس پر قبر میں مسلط ہوجاتا ہے۔ یہ تو صرف چند انعامات اور سزاؤں کا ذکر ہے۔ اگر تفصیلی فوائد ونقصانات ذکر ہوں تو اس کیلئے طویل وقت چاہیے۔

رب کائنات مجھے آپ اور تمام امت کو نماز کی پابندی بمعہ جملہ اداب وشرائط کرنے کی توفیق سے نوازے۔ آمین

وفیات اساتذہ و متعلقین دار العلوم :

حضرت مولانا مفتی سیف اللہ حقانی
رئیس دار الافتاء جامعہ دار العلوم حقانیہ

علم و تواضع کا پیکر اور خلق خدا پر فضل مولا
حضرت مولانا فضل مولی صاحب نور اللہ مرقدہ

نعم البدل:

۱۹۶۵ء کی بات ہے مولانا عبدالحلیم کوہستانی دار العلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک کے معقولات و منقولات کے مایہ ناز مدرس اور مفتی اعظم تھے، تعلیمی سال کے دوران والدہ کے شدید اصرار پر مولانا عبدالحلیم کوہستانی دار العلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک سے واپس، وطن چلے گئے اور یوں جامعہ حقانیہ کے تدریسی میدان میں ایک عظیم خلاء پیدا ہوگیا۔ ان دنوں محدث کبیر حضرت مولانا عبدالحق نور اللہ مرقدہ دار العلوم حقانیہ کی جامع مسجد میں نماز عصر خود پڑھاتے اور بعد از نماز طویل دعا کیا کرتے اور ضروری تربیتی نصائح سے بھی طلبہ کو نوازتے' مختلف دعوات کے ساتھ مولانا عبدالحلیم کوہستانی کا ذکر خیر کرنے کے بعد یہ دعا کیا کرتے یا اللہ ہم کو نعم البدل عطا فرمائیں اور پھر کچھ عرصہ بعد مولانا عبدالحلیم کوہستانی کی جگہ حضرت الاستاد مولانا فضل المولیٰ کی تقرری ہوئی اور یوں آپ نعم البدل کا مصداق ثابت ہوئے۔ چونکہ مولانا عبدالحلیم کوہستانی درمیان سال چلے گئے تھے اس لئے آپ کی تقرری درمیان سال ہوگئی۔ اور یہ آپ کی فراغت کا پہلا سال تھا اور آپ نوعمر تھے' ابھی ابھی داڑھی نمودار ہوئی تھی۔ آپ کو مولانا کوہستانی کے باقی ماندہ معقولات و منقولات کی بڑی کتابیں درس کے لئے حوالہ کی گئیں۔ مگر آپ نے قابلیت اور جدوجہد کا لوہا منوا کر بڑی کامیابی سے ان کتابوں کو پڑھایا اور رفتہ رفتہ آپ جامعہ حقانیہ کے عظیم مدرس۔ منطق و فلسفہ اور حدیث کے عظیم شیخ ثابت ہوئے۔

عہد کی پابندی:

۱۹۶۸ء میں راقم الحروف اور حضرت الاستاذ مولانا فضل المولی صاحب خانپور میں حافظ الحدیث والقرآن حضرت مولانا محمد عبداللہ درخواستی کے ہاں دورہ تفسیر میں شریک تھے۔ درس میں حضرت الاستاذ کی نشست حضرت الاستاذ درخواستی کے داہنے جانب ان کی نشست سے متصل اور میری نشست حضرت الاستاذ کی نشست سے ملی ہوئی تھی۔ ان دنوں حضرت مولانا مفتی محمود نے حضرت مولانا فضل المولی صاحب کو قاسم العلوم ملتان میں تدریسی خدمات انجام دینے کی مولانا عبدالحلیم عبدالخیل کی وساطت سے دعوت دی اور مولانا عبدالحلیم عبدالخیل کی وساطت سے یہ کام

مجھے سونپ دیا کہ میں مولانا فضل مولیٰ صاحب کو قاسم العلوم ملتان میں تدریسی خدمات انجام دینے پر آمادہ کروں۔ مگر اس سے پہلے کہ اس سلسلہ میں مَیں حضرت الاستاذ سے کوئی بات کروں۔ میں ایک دفعہ خانپور کے مخزن العلوم میں حضرت الاستاذ کے کمرہ میں حاضر ہوا۔ اس وقت حضرت الاستاذ کے ہاتھ میں قلم اور کاغذ تھا اور آپ کچھ لکھ رہے تھے۔ میری حاضری اور سلام پر آپ نے اس تحریر کو مجھ سے چھپانے کی کوشش کی۔ اس پر میں نے کہا۔ حضرت آپ مفتی محمود کو ان کی دعوت کا جواب لکھ رہے ہیں؟ اس پر آپ تبسم فرمانے لگے۔ کیا یہ بات آپ کو معلوم ہے۔ میں نے کہا۔ جی ہاں اور یہ کام حضرت مفتی صاحب نے مجھے ہی سونپ دیا ہے مگر حضرت آپ بتائیے کہ آپ ان کو کیا لکھ رہے ہیں؟ آپ نے کہا کہ میں معذرت لکھ رہا ہوں حالانکہ اس وقت آپ کو دار العلوم حقانیہ سے یکصد روپے مشاہرہ مل رہا تھا۔ جبکہ حضرت مولانا مفتی محمود نے دوصد روپے مشاہرہ کی پیشکش کی تھی۔ اور معذرت کی وجہ یہ بیان فرمائی کہ چونکہ آئندہ کے لئے بھی حضرت مولانا عبدالحق صاحب سے دار العلوم حقانیہ ہی میں تدریسی خدمات انجام دینے کا عہد کر چکا ہوں اور مجھ سے عہد و معاہدہ کی خلاف ورزی نہیں ہوسکتی ہے۔

تواضع اور بے تکلفی

حضرت الاستاذ مولانا فضل المولیٰ صاحب حد درجہ بے تکلف اور تواضع کا پیکر تھا کسی بھی شاگرد کو شاگرد سے تعبیر نہیں کرتے بلکہ ملگری (ساتھی) سے تعبیر کرتے کمال تواضع کی وجہ سے تلامذہ کے ساتھ عام اوقات میں ایسے انداز سے بیٹھ جاتے کہ انجانے شخص کے لئے یہ تمیز مشکل ہو جاتی کہ ان میں استاد کون ہے اور شاگرد کون ہے۔ لباس میں آپ حد درجہ بے تکلف تھے سادہ ٹوپی سادہ پگڑی اور سادہ جوڑے کے ساتھ ہر موسم میں عریض و طویل چادر کا بھی استعمال فرمایا کرتے۔

سیاست: آپ مفتی محمود رحمہ اللہ کی سیاست کے قائل اور سیاست میں انکو اپنا امام سمجھتے تھے۔ اور اسی وجہ سے تادم واپسین جمعیۃ علماء اسلام سے وابستہ رہے۔ مولانا فضل الرحمٰن آپ کا شاگرد اور اس پر آپ بہت مہربان تھے دار العلوم حقانیہ کو آنے کے ساتھ مروت طالبان نے آپ کی خصوصی خدمات کیں۔ اس لئے آپ کا بھی مروت طالبان کے ساتھ خصوصی اور قابل رشک تعلق رہا۔

طریقہ تدریس: آپ کا درس عام فہم ہوتا قاری کے عبارت پڑھنے کے بعد۔ آپ ان الفاظ سے سبق شروع فرماتے۔ ماتن یا شارح کے لئے اس عبارۃ میں مثلاً دس اغراض ہیں۔ اور پھر ان اغراض کو مفصل بیان کرنے کے بعد کتاب کی عبارۃ پر ان اغراض کی تطبیق فرماتے۔ تو اس طریق سے عبارۃ میں کوئی اشکال باقی نہ رہتا اور نہ کوئی خبیئہ فی زاویہ باقی رہتا اور طالب ماتن یا شارح کے مطلب اور غرض کو آسانی سے سمجھ لیتا۔

تعلیم و تعلم: ابتدائی تعلیم اپنے علاقہ میں نامور اساتذہ سے حاصل کرنے کے بعد اعلیٰ تعلیم کے حصول کے لئے مارتونگ چلے گئے اور وہاں عظیم منطقی و فلسفی اور محدث کے سامنے زانوئے تلمذ تہہ کرکے آپ سے سند فراغت حاصل کیا۔ اعلیٰ تعلیم کے حصول کے بعد متصل دار العلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک میں درس و تدریس میں مشغول ہوگئے۔

دنیوی و دینی خدمات:

آپ کی ساری زندگی دینی اور علمی خدمات میں گذری ہے گویا آپ کی زندگی دینی اور علمی خدمات کے لئے وقف تھی جامعہ حقانیہ اکوڑہ خٹک میں طویل عرصہ تک علمی و دینی خدمات انجام دیکر ایک اہل خیر کے شدید اصرار پر دلبوڑی مانسہرہ جاکر وہاں پر ایک دینی مدرسہ کا افتتاح کیا اور یہاں پر خود دورہ حدیث پڑھاتے تھے اور بہت جلد یہ مدرسہ ایک عظیم جامعہ ثابت ہوا اور کافی عرصہ کے بعد ایبٹ آباد میں اپنے جامعہ کا ایک شاخ مگر عظیم شاخ بھی قائم کیا۔

آپ عامۃ المسلمین کی جائز دنیوی خدمات میں بھی پیش پیش تھے۔ واقعی آپ خلق خدا کے لئے فضل مولی تھے اور صدق من قال **کل له من اسمه نصیب**.

تلامذہ: آپ کے تلامذہ ہزاروں کی تعداد میں ہیں چند مشاہیر تلامذہ یہ ہیں۔ مولانا فضل الرحمٰن امیر جمعیۃ علماء اسلام پاکستان (ف)، مولانا مفتی سعد الدین درہ پیزو، مولانا محمد محسن مہتمم و بانی جامعہ حلیمہ درہ پیزو، مولانا محمد انور شیخ الحدیث جامعہ حلیمہ درہ پیزو، مولانا محمد شفیع استاذ اعلیٰ جامعہ حلیمہ درہ پیرو، مولانا نثار اللہ باچا صاحب بانی و مہتمم دار العلوم اسلامیہ اضاخیل بالا نوشہرہ پشاور، مولانا مفتی غلام الرحمٰن بانی و مہتمم جامعہ عثمانیہ پشاور، مولانا محمد ابراہیم مہتمم و بانی جامعہ اسلامیہ ایران، مولانا عبد المالک گوجرانوالہ، مولانا شمس الحق کراچی، مولانا عبد المتین ہزاروی مرحوم اور عظیم ادیب، فخر الشعراء مولانا محمد ابراہیم فانی اور راقم الحروف۔

وفات: بالآخر عمرہ کی ادائیگی کے بعد جب وطن واپس لوٹنے لگے تو جدہ میں ہفتہ یکم رمضان اور اتوار ۲ رمضان ۱۴۳۰ھ کے درمیانی شب کو انتقال کر گئے اور جنت المعلیٰ مکہ معظمہ میں آپ کا مدفن بنایا گیا۔ جنت المعلی میں آپ کے مزار کا نمبر ۱۲۵ اور مزار کے بلاک کا نمبر ۱۳۰ ہے۔ آپ کا جنازہ حرم میں پڑھایا گیا ہے۔

اولاد و پسماندگان: آپ سے سات صاحبزادے اور ۴ صاحبزادیاں اور انکی والدہ ماجدہ رہ گئے ہیں۔ صاحبزادوں میں مولانا فرید احمد، مولانا مفتی رشید احمد حقانیہ سے متخصص اور مولانا مفتی حسین احمد فاضل عالم مدرس ہیں اور حمید احمد، منصور احمد، فضل اللہ، وقاص احمد حفاظ و طلبہ ہیں۔

یادرفتگان

مولانا عرفان الحق اظہار حقانی
استاد جامعہ دارالعلوم حقانیہ

حضرت مولانا فضل مولیٰ رحمۃ اللہ علیہ

سابق استاد جامعہ دارالعلوم حقانیہ

ان اللہ عندہ علم الساعۃ و ینزل الغیث ویعلم ما فی الارحام وما تدری نفس ماذا تکسب غداً وما تدری نفس بای ارض تموت ان اللہ علیم خبیر. ''بے شک اللہ ہی کو قیامت کی خبر ہے اور وہی مینہ برساتا ہے اور وہی جانتا ہے جو کچھ رحم میں ہے اور کوئی شخص نہیں جانتا کہ وہ کل کیا کرے گا اور کوئی شخص نہیں جانتا کہ وہ کس زمین میں مرے گا۔ بے شک اللہ سب باتوں کا جاننے والا باخبر ہے۔''

مغیبات کا علم اللہ کے ساتھ خاص ہے' سورۃ لقمان کی اس آخری آیات میں پانچ چیزوں کے علم کا بالخصوص اللہ تعالیٰ کے ساتھ مخصوص ہونا بیان ہوا ہے۔ حدیث شریف میں بھی ان پانچ چیزوں کا ذکر آیا ہے کہ **اوتیت مفاتیح کل شئی الا الخمس الخ** ان پانچ چیزوں میں آخری چیز انسان کا مرنا ہے کہ وہ کس زمین پر دنیا سے رخصت ہوگا۔ اگرچہ یہ انسان کا اختیاری امر نہیں تاہم ہر انسان کی یہ تمنا ہوتی ہے کہ دیارِ حبیب مکہ مکرمہ زادھا اللہ شرفا یا مدینۃ النبوی ﷺ کی پاک سرزمین میں موت اور تدفین نصیب ہو۔ حضرت امام مالکؒ کے بارے میں بیان ہوا ہے کہ وہ مدینہ منورہ کی موت وتدفین کے اتنے عاشق اور متمنی تھے کہ کہیں ضروری کام سے نکلتے تو بھاگے بھاگے واپس پہنچتے کہ کہیں باہر موت واقع نہ ہو۔

__زمین حرم میں قبولیت کی دعا:__ حضرت مولانا فضل المولیٰؒ امسال عمرہ کی ادائیگی کے لئے حرمین پہنچے تو وہاں کئی مجالس میں یہ بات ان کے لبوں پر آئی کہ دعا فرمایئے کہ اللہ تعالیٰ مجھے اس زمین کیلئے قبول فرمائے۔ وہ دعا اور تمنا دل کی گہرائیوں سے تھی' تو اللہ نے قبول فرمائی۔ اور یکم رمضان المبارک کو مغرب کے بعد مدرسہ کے کسی کام کے سلسلے میں نکلتے وقت جدہ میں مولوی جہانزیب صاحب اکوڑوی (جو قیام حقانیہ کے دوران آپ کے خاص خادم اور شاگرد تھے) کے ہاں جان جانِ آفریں کے سپرد کردی۔ **انا للہ وانا الیہ راجعون.**

اگلے روز آپ کا جنازہ مسجد حرم شریف میں لاکھوں افراد نے ادا کیا اور جنت المعلیٰ کی مقدس سرزمین میں مدفون ہوئے۔

ایں سعادت بزور بازو نیست — تانہ بخشد خدائے بخشندہ است

__جنت المعلیٰ میں فاتحہ خوانی:__ لواحقین سے تعزیت کیلئے دارالعلوم سے ایک وفد جس کی قیادت حضرت مولانا انوار الحق صاحب مدظلہ نائب مہتمم جامعہ حقانیہ نے کی' آپکے قائم کردہ مدرسہ دلبوڑی گیا۔ بعد میں امسال عمرہ کی ادائیگی کے

موقع پر ۲۸ رمضان المبارک ۱۴۳۰ھ جمعۃ الوداع کی صبح احقر کو حضرت شیخ الحدیث مولانا مغفور اللہ مدظلہ اور مولانا سید یوسف شاہ کی معیت میں آپؒ کے مرقد پر حاضری وفاتحہ خوانی کا موقع بھی ملا۔ فللّٰہ الحمد. اللھم اغفرہ وارحمہ وجعل الجنۃ مثواہ ولا تحرمنا اجرہ

شفقت و محبت بھری آخری گفتگو: موصوف دار العلوم حقانیہ کے قدیم اساتذہ میں سے تھے۔ دار العلوم حقانیہ، شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالحقؒ اور حقانی خاندان کیساتھ آپ کا تعلق انتہائی قریبی، عقیدت مندانہ حد تک تھا۔ وفات سے چند مہینے قبل آپ کے نو قائم کردہ مدرسہ ایبٹ آباد جانے کا احقر کو اتفاق ہوا، جہاں آپکے صاحبزادے مولانا رشید احمد سے ملاقات ہوئی۔ خود آپؒ کالا ڈھاکہ کسی اصلاحی جرگے کے سلسلے میں تشریف لے گئے تھے۔ صاحبزادے نے فون ملا کر احقر سے بات کروائی۔ تو انتہائی شفقت و محبت سے بھرپور انداز میں گفتگو فرمائی اور کہا کہ یہ آپکا اپنا مدرسہ ہے۔ کھانا کھائے بغیر آپ کو بالکل اجازت نہیں اور آخری بات یہ فرمائی کہ آئندہ جب بھی ایبٹ آباد آنا ہو تو ہمارے اس مدرسہ میں آنا آپ کے اوپر ہمارا حق ہے۔ گویا جاتے جاتے رشتے اور تعلق کو مضبوط رکھنے کی وصیت فرماگئے۔

احقر نے اساتذہ حقانیہ کے احوال وسوانح ترتیب دینے کیلئے آپؒ سے سوانحی خاکہ مانگا تو اکثر فرماتے کہ ہم کیا ہیں اور ہمارے احوال کیا ہوں گے۔ لکھنا ہے تو بڑے لوگوں کے بارے میں لکھو۔ یہ آپ کی حد درجے کی تواضع اور انکسار تھا۔ میرے شدید اصرار پر فرماتے کہ ان شاء اللہ لکھ دوں گا۔ لیکن بعض چیزیں انسان کے چاہتے ہوئے بھی پوری نہیں ہو پاتیں۔ بہرصورت آپ کے کچھ احوال جو میسر ہیں وہ نذرِ قارئین ہیں:

پیدائش وخاندانی پس منظر: آپ ۱۹۳۲ء کو موضع ''چیر'' علاقہ چغرزئی آزاد قبائل ملحقہ ہزارہ میں جناب زرداد صدیقی بن عبدالرحمٰن صدیقی کے ہاں پیدا ہوئے۔ آپ کا شجرہ نسب حضرت ابوبکر صدیقؓ تک جا پہنچتا ہے۔ آپ کے اجداد میں ملا اخوند صاحبؒ اور انکے ایک دوسرے بھائی صوابی کے علاقے باجا بام خیل سے ہجرت کر کے کالا ڈھاکہ میں وہاں کے لوگوں کے اصرار پر بحیثیت ''علاقہ قاضی'' سکونت اختیار کی۔

ابتدائی تعلیم: آپ نے ابتدائی تعلیم ''جدبا'' کے مولانا ریحان الدینؒ اور ''بلکوٹ'' کے مولانا مظفر حسینؒ اور ''دشگئی'' کے مولانا عمر شاہؒ اور مولانا بدیع الزماں کوٹگی صاحب حق سے حاصل کی۔

اعلیٰ تعلیم وفراغت: اعلیٰ تعلیم کے لئے سوات پہنچے۔ یہاں ۵۱ء سے ۶۴ء تک عرصہ تحصیل علم میں گزارا۔ دار العلوم اسلامیہ سوات میں صدر مدرس و شیخ الحدیث حضرت مولانا خان بہادرؒ المعروف بہ ''مارتنگ ملا صاحب'' سے شرح عقائد، خیالی، حمد اللہ، قاضی مبارک، امور عامہ، جلالین، مشکوٰۃ، ترمذی اور بخاری شریف پڑھیں، حضرت مولانا عبدالحکیم صاحبؒ نائب صدر مدرس سے مطول اور مسلم شریف و بخاری شریف جلد ثانی، مولانا رحیم اللہ صاحبؒ سے شرح عقائد، میبذی اور مرزا قطبی، مولانا فضل حق صاحب کوہستانیؒ سے میر زاہد اور ملا جلال، مولانا عبداللہ صاحب کوہستانیؒ سے سبع

المعلقات، مولانا بازارگیؒ صاحبؒ سے تصریح شرح چغمنی و ابوداؤد شریف اور مولانا لطافت الرحمٰن صاحب سواتیؒ سے ترمذی جلد ثانی پڑھیں۔ اور ۱۳۸۴ھ میں مذکورہ مدرسہ سے دورۂ حدیث پڑھ کر فراغت حاصل کی۔

دورہ تفسیر: ۱۹۶۹ء کو حضرت حافظ الحدیث مولانا محمد عبداللہ صاحب درخواستیؒ سے دورہ تفسیر پڑھی۔

تصوف وسلوک: سلسلہ چشتیہ میں حضرت مولانا خان بہادر صاحبؒ کے دستِ حق پر بیعت ہوئے۔

دارالعلوم حقانیہ میں تدریس کا آغاز: فراغت سے متصل حضرت مولانا عبدالحلیم کوہستانی دامت برکاتہم سابق استاد معقولات جامعہ حقانیہ کی وساطت سے ۱۶رصفر ۱۳۸۵ھ بمطابق ۱۹۶۵ء کو دارالعلوم حقانیہ میں سو روپیہ مشاہرہ کیساتھ تدریس پر مامور ہوئے۔ رمضان ۱۴۰۲ھ تک یہاں نہایت محنت و جانفشانی کیساتھ تدریسی خدمات انجام دیتے رہے۔ حقانیہ میں زیادہ تر معقولات کی کتابیں زیر درس رہیں۔ آخری مشاہرہ ۱۲۵۰ روپیہ تھا۔ حقانیہ میں تدریس کے دوران آپکو زیادہ تنخواہ اور مراعات کی پیشکش مختلف مدارس سے ہوتی رہی لیکن آپ نے حقانیہ کی خدمت پر کسی کو ترجیح دینا گوارا نہ کیا۔ قاسم العلوم ملتان سے بھی آپ کو اس قسم کی پیشکش ہوئی جس پر یہ خط دال ہے۔ خط پر حضرت مولانا مفتی محمود صاحب کے بھی دستخط ہیں۔

قاسم العلوم ملتان سے تدریس کی پیشکش: گرامی خدمت حضرت مولانا فضل المولیٰ صاحب زید مجدکم۔

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ! مزاج عالی بخیر! مدرسہ قاسم العلوم ملتان کے اراکین کی دلی تمنا ہے کہ آپ شوال سے اس مدرسہ کو تعلیمی خدمات عنایت فرمادیں تاکہ آپ کا فیض اہل ملتان حاصل کرے۔ امید ہے استدعا کو قبول فرما دیں گے۔ جو مشاہرہ آپ کو سابق مدرسہ سے وصول ہو رہا ہے اس سے زیادہ آپ کو دیا جائے گا۔ آپ تفصیل سے مشاہرہ وغیرہ کے متعلق تحریر فرمادیں۔ اور ہماری دلی خواہش کو پورا فرمادیں۔ جواب کا انتظار ہے۔

العارض محمد شفیع مہتمم مدرسہ قاسم العلوم ملتان

محمود عفی اللہ عنہ صدر مدرس مدرسہ قاسم العلوم ملتان ۹ ررمضان المبارک ۱۳۸۹ھ

دارالعلوم حقانیہ سے جدائی پر تاثرات: طویل عرصہ تدریس کے بعد اپنے علاقے کے عوام کی خواہش پر کہ وہاں دینی درسگاہ قائم ہو سکے۔ آپؒ بادل نخواستہ دارالعلوم حقانیہ چھوڑنے پر مجبور ہوئے۔ حضرت شیخ الحدیث قدس سرہ کے نام آپ کا استعفیٰ موصول ہوا جس کی ایک ایک سطر سے محبت واخلاص جھلک رہا ہے۔

جناب محترم المقام صاحب الخلق العظام اعنی حضرت العلامہ بانی وشیخ الحدیث صاحب دارالعلوم حقانیہ دامت برکاتکم۔

جناب عالی! السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ بفضل خدا اور آپ کی مبرور دعاؤں کی برکت سے یہاں ہر قسم کی خیریت ہے۔ بعداً گزارش ہے کہ میں نے دارالعلوم حقانیہ میں آپ کے سایہ شفقت میں ۱۸ رسال گزارے ہیں۔ یہ طویل

مدت گزارنا دارالعلوم حقانیہ میں میری قابلیت کی وجہ سے نہ تھی بلکہ مجھے یقین ہے کہ یہ آپ کی صرف کرم نوازی تھی۔
جناب عالی! آپ کو خوب معلوم ہے کہ میں کم ہمتی کے باوجود بیمار رہتا ہوں اور بعض ساتھیوں کے اصرار اور علاقہ کے لوگوں کی امنگوں سے مجبور ہوتے ہوئے میں شرم محسوس کرتے ہوئے روتے ہوئے یہ بات تحریر کر رہا ہوں کہ آئندہ کے لئے دارالعلوم کے اندرونی خدمت کے لئے فارغ نہیں۔ اور دارالعلوم کی بیرونی ہر قسم کی خدمت کے لئے تیار ہوں۔
جناب عالی آپ کے دامن لطف میں کافی زمانہ گزارا ہے۔ نااہلیت کی وجہ سے کئی بار غلطیاں سرزد ہوئیں ہوں گی آپ سے معافی کا طالب ہوں۔ دارالعلوم کے ساتھ میری ذاتی فطری محبت ہے۔ دارالعلوم کے ہر رکن نے میرے ساتھ فراخ دلی کا مظاہرہ کیا۔ میں سب کا ممنون ہوں۔ صرف اپنی نااہلی پر نادم ہوں۔ مجھ ناچیز کو ادعیہ مبرورہ میں یاد رکھیں۔ اگر چہ میں کچھ نہیں ہوں لیکن آپ کے سایہ رحمت میں اٹھارہ سال کی زندگی گزاری ہے۔ جو گستاخیاں میں کر چکا ہوں مجھے اس کا احساس ہے۔ للٰہیت کی بناء پر ان پر قدم عفو رکھ دیں۔ فقط والسلام عریضہ فضل المولیٰ

جامعہ اسلامیہ دلبوڑی کا قیام: دارالعلوم حقانیہ سے جانے کے بعد ۱۹۸۲ء کو ہی دارالعلوم اسلامیہ عربیہ دلبوڑی کے نام سے ایک معیاری دینی مدرسہ قائم کیا۔ جہاں اس وقت تقریباً ساڑھے پانچ سو طلباء چھبیس اساتذہ کی زیر نگرانی علم کی پیاس بجھا رہے ہیں۔ اس مدرسہ میں درس نظامی و دورۂ حدیث کے علاوہ حفظ و تجوید کے شعبہ جات بھی فعال ہیں۔

جامعہ اسلامیہ ایبٹ آباد کا قیام: جولائی ۲۰۰۷ء کو ایبٹ آباد میں مری روڈ پر جامعہ اسلامیہ ایبٹ آباد کے نام سے ایک دینی ادارہ قائم کیا جو اڑتالیس کنال اراضی پر مشتمل ہے۔ جہاں چھ اساتذہ تدریس پر مامور ہیں اور آپکے فرزندان اسکی نگرانی کے فرائض سرانجام دے رہے ہیں۔ نیز یہاں ایک عظیم الشان مسجد بھی تکمیل کے آخری مراحل میں ہے

فلاحی ورفاہی خدمات: دینی تعلیمی وتدریسی خدمات کے علاوہ آپ علاقہ بھر میں فلاحی ترقیاتی اور رفاہی خدمات میں بھی پیش پیش رہے۔ ان خدمات میں مساجد کا قیام، سڑکوں کی تعمیر، پانی کی ترسیل اور پائپ لائن بچھانے اور مدارس دینیہ کے قیام قابل ذکر ہیں۔

بطور مصلح : ہزارہ اور گردونواح میں مختلف اقوام کے درمیان پرانی دشمنیوں اور تنازعات کے خاتمے میں ہمیشہ ایک مصلح اور ثالث کے طور پر آپ کا اہم اور بنیادی کردار بھی رہا۔

اولاد: آپ کے سات فرزند ہیں۔ جن میں تین دینی علوم سے فارغ التحصیل ہیں اور باقی تعلیم کے حصول میں مصروف ہیں۔ بڑے بیٹے مولانا فرید احمد، امداد العلوم پشاور کے فارغ التحصیل، دوسرے بیٹے مولانا مفتی رشید احمد حقانی و متخصص حقانیہ اور تیسرے بیٹے مولانا حسین احمد دارالعلوم حقانیہ کے فارغ التحصیل ہیں۔

تصنیفی خدمات: آپ نے پشتو زبان میں اپنے عظیم استاذ جامع المعقول والمنقول حضرت مولانا خان بہادر المعروف مارتونگ ملا صاحبؒ کی سوانح مرتب کی ہے۔ جسے اردو قالب میں حضرت مولانا سمیع الحق دامت برکاتہم نے

ڈال کر" علامہ مارتو نگ" کی کہانی ان کی اپنی زبانی" کے عنوان سے طبع کیا اور میری علمی و مطالعاتی زندگی نامی کتاب میں بھی طبع ہوا۔ آپ کی زیر طبع تقریرات میں مطول کی شرح "الثاقب" ، مشکوٰۃ شریف اور بخاری شریف وغیرہ کی تقریرات بھی شامل ہیں۔

استاذ القراء حضرت مولانا قاری علی الرحمٰن ؒ

سابق استاد تجوید جامعہ دار العلوم حقانیہ

ورتل القرآن ترتیلا کی رو سے تمام امت کیلئے یہ حکم واضح اور یکساں ہے کہ وہ قرآن تجوید و ترتیل سے پڑھیں۔ تجوید و قرات کا فرض ہونا ان فرائض میں سے ہے جو صرف نماز کیساتھ خاص نہیں بلکہ یہ خارج از صلوٰۃ بھی ضروری ہے۔

جزریہ میں ہے کہ جو شخص قرآن کو تجوید سے نہ پڑھے وہ گناہ گار ہے اس لئے کہ قرآن تجوید ہی کی صفت کے ساتھ نازل ہوا ہے۔ تجوید و قرات کی اس اہمیت کے پیش نظر دار العلوم حقانیہ کی تاسیس کے ساتھ ہی طلباء کرام کو یہ علم پڑھانے کیلئے یہاں ماہر قراء اور مشہور مجودین اساتذہ کا تقرر وقتاً فوقتاً ہوتا رہا۔ انہی قراء اور اساتذہ میں ایک مشہور نام استاذ القراء حضرت مولانا قاری علی الرحمٰن صاحب ؒ کا بھی ہے۔ حقانیہ میں پندرہ برس تک اس فن میں تدریسی خدمات بجالانے والے قاری صاحب اگرچہ بظاہر بصارت سے محروم تھے لیکن دل کے اعتبار سے بینا اور صاحب بصیرت تھے اور حدیث شریف خیر کم من تعلم القرآن وعلمه کی رو سے عظیم اور بہترین مقام پر فائز تھے۔ موصوف وزادہ بسطة فی العلم والجسم کے آئینہ دار تھے۔ اساتذہ حقانیہ کی سوانح مرتب کرنے کیلئے پچھلے برس آپ سے ملاقات کے دوران جو احوال قلمبند کیے وہ افادہ عام کے لئے پیش ہیں:

نام ونسب: قاری علی الرحمٰن بن ولی محمد خان بن بوستان بن بہادر خان۔

پیدائش وقومیت: ۱۹۴۴ء کو سوہنج علاقہ ناران، ہزارہ میں پیدا ہوئے۔ آپ کا تعلق ہزارہ کے مشہور قوم سواتی سے تھا۔ ڈھائی سال کی عمر میں چیچک کی بیماری سے آپکی بینائی چلی گئی۔ تاہم اللہ تعالیٰ نے آپکو حافظے اور ذہانت کی دولت سے مالامال فرما کر اپنی کتاب کی خدمت سے نوازا۔

شکل وشباہت: درمیانہ قد۔ گورا سرخی مائل رنگت۔ موٹی موٹی روشن آنکھیں۔ لمبی سفید گھنی داڑھی۔ پررعب بلند آواز۔ انتہائی نفیس طبع۔

ابتدائی تعلیم: ابتدائی تعلیم گھر پر اپنے والد سے حاصل کی اور پھر حفظ قرآن کی تکمیل بالاکوٹ میں مولانا محمد اسرائیل فاضل دیوبند کے مدرسے جامعہ محمودیہ میں قاری ولی الرحمٰن سے کی۔ بعد میں مدرسہ تربیت قرآن مانسہرہ میں تجوید و قرأت میں حافظ محمد امیر سے استفادہ کیا اور قاری تقی الاسلام صاحب سے ۱۹۶۱ء میں تجوید کی تکمیل کی۔

اعلیٰ تعلیم وفراغت: مدرسہ انوار الاسلام علی پور چھتہ میں درس نظامی کی کتابیں مولانا محمد اسحاق اور مولانا محمد ابراہیم

صاحب سے پڑھیں۔ اور پھر اسی مدرسے سے فارغ التحصیل ہوئے۔

تفسیر: دورہ تفسیر کی تکمیل شیخ القرآن مولانا غلام اللہ خانؒ سے ۱۹۶۳ء میں کی۔

تدریس: فراغت کے بعد راولپنڈی کے جامعہ رحیمیہ واقع سرسید چوک میں سال بھر تک پڑھایا پھر اپنے مادرِ علمی جامعہ محمدیہ بالاکوٹ میں عرصہ تین سال تک پڑھاتے رہے۔

دارالعلوم حقانیہ میں تقرری: مولانا حبیب اللہ فاضل حقانیہ اور مولانا چراغ الدین شاہ کے مشورے سے آپ نے از خود حقانیہ میں تدریسی خدمات کی پیشکش کی' جسے شیخ الحدیث مولانا عبدالحقؒ نے مولانا قاری محمد امینؒ کی مشاورت سے منظور فرمایا اور اس طرح آپکی تقرری ۱۰۰ روپیہ مشاہرہ کے ساتھ بحیثیت مدرس تجوید وقرأت ۱۹ شوال ۱۳۸۷ھ کو عمل میں آئی۔ تقریباً پندرہ برس تک حقانیہ میں خدمات انجام دینے کے بعد جمادی الثانی ۱۴۰۱ھ کو مستعفی ہوگئے۔ آپ کا آخری مشاہرہ روزنامچے میں ۵۱۷ روپیہ درج ہے۔

حقانیہ کے علاوہ جن مدارس میں تدریسی خدمات انجام دیے ان میں نیول کالونی راولپنڈی کی جامع مسجد، مولانا افتخار الحق صدیقی کے مدرسہ فاروق اعظمؓ سورج گلی خانپور' جامع مسجد مدنی اسلام آباد اور مدرسہ اشاعت القرآن اٹک وغیرہ شامل ہیں۔ اکتوبر ۲۰۰۵ء کے قیامت خیز زلزلے میں آپ کا گھربار نیست و نابود ہوگیا۔ اس حادثے میں آپ کی ایک بیٹی بھی شہید ہوئی۔ ان سخت حالات میں حضرت مولانا قاری محمد عمر علی' فاضل حقانیہ و مہتمم تحسین القرآن نوشہرہ نے آپ کو اپنے مدرسے میں سکونت اور تدریسی خدمات کی پیش کش کی جس کے بعد یہاں منتقل ہوگئے۔

تلامذہ: آپ سے سینکڑوں علماء وطلباء نے فن تجوید میں استفادہ کیا۔ جن میں چند ایک کے نام یہ ہیں۔ مولانا فضل الرحمٰن بن مولانا مفتی محمودؒ۔ مولانا حافظ ابن امین کرک' مولانا محسن شاہ مہتمم جامعہ حلیمیہ پیزو' مولانا قاری عمر علی مہتمم تحسین القرآن' مولانا عبدالمتین بنوں' مولانا مفتی سعد الدین وغیرہ بعض بڑے بڑے اساتذہ نے بھی اس فن میں آپ سے استفادہ کیا۔

اولاد: آپ کے چار فرزند اور تین بیٹیاں ہیں۔ جنکے نام ساجد الرحمٰن، نعیم الرحمٰن، لطیف الرحمٰن اور عبدالماجد ہیں۔

اسفار: ۱۴۲۸ھ کو عمرے کی سعادت نصیب ہوئی۔

شیخ الحدیث مولانا عبدالحقؒ کے بارے میں تاثرات: اس عنوان کے تحت آپ نے فرمایا کہ وہ انتہائی شفیق انسان تھے جب کسی شادی یا دعوت پر جاتے تو اکثر مجھے شفقت کی بنیاد پر ساتھ لیکر جاتے۔ میں آپ کی مسجد میں جمعہ کی نماز پڑھنے کے لیے حاضر خدمت ہوتا تو ہمیشہ رخصتی پر اپنے مہمان خانے سے باہر تک مجھ ناچیز کیساتھ نکل آتے۔ فرمایا کہ یہ (مولانا عبدالحقؒ) کے دل میں قرآن و تجوید کی عظمت اور علوم مرتبت تھی۔ جب بعض اوقات میں اُنکی تکالیف کے مدنظر چھپ کر نکلنے کی کوشش کرتا تو خود آواز دے کر فرماتے کہ قاری صاحب رخصت نہیں لی۔

وفات: آپ شعبان و رمضان کی چھٹیاں گزارنے اپنے گاؤں تشریف لے گئے تھے جہاں حرکت القلب بند ہوجانے سے انتقال فرماگئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

دار العلوم کے انتہائی مخلص جناب صاحبزادہ صاحبؒ کی وفات

حضرت شیخ الحدیث نوراللہ مرقدہ کے انتہائی قریبی، مخلص اور جانثار عقیدت مند جناب صاحبزادہ صاحب مرحوم ساکن شیدو بھی گزشتہ دنوں طویل علالت کے بعد رمضان المبارک کے مقدس ایام میں، خالق حقیقی سے جاملے۔ جناب صاحبزادہ صاحب متعدد خوبیوں اور بہترین صفات کی حامل شخصیت تھے۔ اخلاص، للّٰہیت، تقویٰ، علماء، خصوصاً مدارس اسلامیہ کیساتھ عشق ومحبت اور عقیدت آپ کے بنیادی عناصر تھے۔ زندگی بھر حضرت مولانا عبدالحق نوراللہ مرقدہ کیساتھ آپ نے ایک لازوال تعلق قائم رکھا۔ بلاشبہ شیخ الحدیثؒ کے ہزاروں مریدین اور مخلصین میں جناب صاحبزادہ صاحب مرحوم ایک ممتاز حیثیت رکھتے تھے۔ آپ نے ہمیشہ خاندان حقانی کیساتھ تعلق قائم ودائم رکھا۔ موصوف کا نماز جنازہ شیخ الحدیث مولانا شیر علی شاہ صاحب نے پڑھائی۔ سفر سے واپسی پر دوسرے دن حضرت مہتمم صاحب نے گھر جاکر پسماندگان سے تعزیت کی۔ ادارہ مرحوم کے پسماندگان مولانا فدامحمد حقانی، جناب عطاء محمد سابق ناظم الحق، جناب محمد آصف، محمد عدنان اور داماد محمد عارف صاحب ناظم دفتر حقانیہ سے دلی تعزیت کرتا ہے اور انکے رفع درجات کیلئے قارئین سے خصوصی دعاؤں کی اپیل کرتا ہے۔ اس طرح اسی خاندان کے ایک اور عالم دین اور پنجاب کے معروف خطیب قاری فضل قادر توحیدی بھی گزشتہ دنوں حرکت قلب بند ہوجانے کی وجہ سے انتقال فرماگئے۔ ادارہ آپ کے پسماندگان جناب نثار محمد ناظم الحق اور دیگر رشتہ داروں کے ساتھ ان دونوں غموں میں برابر کا شریک ہے۔

دار العلوم کے مخلص اور شوریٰ کے رکن جناب حاجی رضا خان کی وفات:

حاجی رضا خان صاحب جو الحاج ناصر خان صاحب کے چچازاد بھائی اور ایڈیشنل چیف سیکرٹری فاٹا کے چچا حاجی شریف خان صاحب رکن شوریٰ جامعہ حقانیہ کے سسر، چچا کی اچانک وفات ادارہ اور تمام خاندان کیلئے بہت بڑا سانحہ ہے یہ سارا خاندان حضرت شیخ الحدیثؒ کے انتہائی قریبی معتقدین اور جانثار ساتھیوں میں شمار کئے جاتے ہیں۔ حضرتؒ کا الیکشنی دور ہو یا جامعہ حقانیہ کی تعمیر وترقی کا معاملہ ہر موقع پر انہوں نے تن من دھن کی بازی لگانے سے گریز نہیں کیا۔ حضرتؒ کے رحلت کے بعد بھی جامعہ حقانیہ اور ان کے خاندان سے ان کا وہی رشتہ عقیدت ومحبت جاری ہے۔ حضرت کی زندگی ہی سے حاجی رضا خان مرحوم دار العلوم کے شوریٰ کے رکن اور اس کے ترقی استحکام کیلئے سرگرم رہے۔ شوریٰ کے کسی اجلاس میں شرکت کیلئے بیماری، گرمی وسردی جیسے عذران کیلئے مانع شرکت نہ ہوتے۔ اپنے آپ کو حضرتؒ کے کنبہ کا فرد سمجھ کر اس قربت کو باعث اعزاز سمجھتے۔ ان کی جدائی نہ صرف انکے برخوردار عطاء اللہ خان ودیگر اقارب کیلئے المناک درد والم کا باعث ہے بلکہ جامعہ حقانیہ کے تمام متعلقین ان کیساتھ شریک رنج اور دعاگو ہیں کہ رب العالمین مرحوم کو جنت الفردوس کے مدارج اعلیٰ پر فائز فرماکر پسماندگان کو صبر جمیل سے نوازے۔

مولانا سعید الرحمٰن ندوی
ناظم، فرقانیہ اکیڈمی ٹرسٹ، بنگلور، انڈیا

قرآن عظیم اور کائناتی زمینیں

زمینوں کی ایک خوفناک طبیعی حقیقت

یہ مقالہ مضمون نگار کی غیر مطبوعہ تصنیف ''قرآن عظیم کی آفاقیت اور اس کا فلسفۂ کائنات: خارج از زمین زندگی، انسان کی حقیقت اور خود اپنی اصلیت پر جدید اعجازی قرآنی بصائر'' کا تیسرا باب ہے۔ اس کے پہلے دو ابواب چار قسطوں میں ''الحق'' کے جولائی تا ستمبر ۲۰۰۸ء اور فروری ۲۰۰۹ء میں شائع ہو چکے ہیں۔

ساتوں آسمانوں میں موجود ساری ہی زمینوں کے تعلق سے، جس میں خود ہماری زمین بھی بنفس نفیس شامل ہے، قرآن حکیم منصوص طور پر ایک حیرت انگیز طبعی و تکوینی حقیقت کا اعلان اس طرح کرتا ہے:

۱۔ ﴿إِنَّ فِي خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضِ وَاخْتِلَافِ الَّيْلِ وَالنَّهَارِ وَالْفُلْكِ الَّتِي تَجْرِي فِي الْبَحْرِ بِمَا يَنْفَعُ النَّاسَ وَمَآ أَنْزَلَ اللّٰهُ مِنَ السَّمَآءِ مِنْ مَّآءٍ فَأَحْيَا بِهِ الْأَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا وَبَثَّ فِيهَا مِنْ كُلِّ دَآبَّةٍ، وَّتَصْرِيفِ الرِّيٰحِ وَالسَّحَابِ الْمُسَخَّرِ بَيْنَ السَّمَآءِ وَالْأَرْضِ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يَّعْقِلُوْنَ﴾ (بقرۃ:۱۶۴)

ترجمہ: بے شک آسمانوں اور زمینوں کی تخلیق میں، دن اور رات کے اختلاف میں، ان جہازوں میں جو لوگوں کی نفع بخش اشیاء لے کر چلتے ہیں، اس پانی میں جسے اللہ نے آسمانوں سے برسا کر زمینوں کو ان کی موت کے بعد زندہ کر کے ان میں ہر طرح کے جاندار پھیلا دیے، ہواؤں کے بدلنے میں اور آسمانوں اور زمینوں کے درمیان مسخر بادل میں عقل مندوں کے لئے بہت ساری نشانیاں ہیں۔

اس آیت کریمہ میں ﴿السَّمٰوٰتُ وَالْأَرْضُ﴾ کی ترکیب سے مترشح ہو رہا ہے کہ یہاں بھی ﴿الْأَرْضُ﴾ کا استعمال بطور اسم جنس ہی ہوا ہے، جس سے اس کائنات کی ساری ہی زمینیں مراد ہیں۔ نیز یہاں لفظ ﴿السَّمَآءُ﴾ بھی اسم جنس ہی واقع ہو رہا ہے، کیوں کہ وہ خود بھی اسم جنس ہے، اور ﴿السَّمٰوٰتُ﴾ کے سیاق میں بھی استعمال ہو رہا ہے، جس سے ساتوں آسمان مراد ہیں۔ لہذا یہاں باری تعالیٰ کے جملہ چھ دلائل ربوبیت مذکور ہیں، جو سب کے سب واؤ عاطفہ کے ذریعے آپس میں ایک دوسرے سے جڑے ہوئے ہیں۔ ان میں سے چوتھی ربانی دلیل

﴿وَمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ مِنَ السَّمَآءِ مِنْ مَّآءٍ فَاَحْيَا بِهِ الْاَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا وَبَثَّ فِيْهَا مِنْ كُلِّ دَآبَّةٍ﴾ (اور اس پانی میں جسے اللہ نے آسمانوں سے برسا کر زمینوں کو ان کی موت کے بعد زندہ کر کے ان میں ہر طرح کے جاندار پھیلا دیئے) ہے۔

وقتاً فوقتاً آسمان سے پانی برسا کر ہماری زمین کے کسی خشک و بنجر حصے کو زندہ کرتے رہنے کا بیان قرآن حکیم میں بصیغہء مضارع متعدد مقامات پر آیا ہے۔ مگر موجودہ آیت کریمہ میں یہ بیان اولاً بصیغہء ماضی آیا ہے، پھر اس کے بعد تعبیر میں اعجازی تبدیلی لاتے ہوئے اس عمل کے نتیجے میں مرتب ہونے والے ایک اور فعل الٰہی ﴿وَبَثَّ فِيْهَا مِنْ كُلِّ دَآبَّةٍ﴾ (اور ان میں ہر طرح کے جاندار پھیلا دیئے) کا معنی خیز اضافہ کر دیا گیا ہے، اور اس پر مستزاد ﴿الْاَرْضَ﴾ کے بطور اسم جنس استعمال کی حقیقت بھی۔ لہٰذا ان تمام دلائل و شواہد سے بخوبی مستنبط ہوتا ہے کہ اس سے مراد ہمارے روز مرہ کے عام مشاہدے میں آنے والا باری تعالیٰ کا وہ عمل نہیں ہے جس کے ذریعے آسمان سے پانی برسا کر جزوی طور پر صرف ہماری موجودہ زمین کے کسی بنجر علاقے کو سرسبز و شاداب کیا جاتا ہے، بلکہ واقعتاً اس سے مقصود انسان کو اس حقیقت عظمیٰ سے مطلع کرنا ہے کہ ہماری زمین کے بشمول عمومی طور کائنات کی دیگر ساری زمینیں بھی سابق میں مردہ تھیں، جنہیں ماضی ہی میں کبھی آسمانوں سے پانی برسا کر زندگی عطا کئے جانے کے بعد ان میں ہر طرح کے جاندار بسائے اور پھیلائے گئے تھے!

چنانچہ قرآن عظیم نے باتوں ہی باتوں میں اور ایک نہایت ہی صاف سیدھی تعبیر کے ذریعے عالم طبعیات اور عالم ارضیات کے ایک ایسے راز سے پردہ اٹھا دیا ہے جس کی کنہ تک اب تک دنیائے سائنس کو بھی خاطر خواہ رسائی حاصل نہیں ہو سکی ہے۔ جب کہ صرف ہماری موجودہ زمین پر ٹھوس علمی و سائنسی شہادتوں کی بنیاد پر قیاس آرائیاں ضرور ہو رہی ہیں کہ ساڑھے چھ کروڑ سال قبل یہ جس طرح ایک طبعی حادثے کے نتیجے میں بنجر (مردہ) ہو کر اس کی سطح سے ڈائنوزار (dinosaur) اور تقریباً ساری ہی نباتاتی اور حیواناتی انواع ناپید ہو گئی تھیں کیا اُسے عمومی طور پر بانجھ کر دینے والے اس طرح کے حادثات (earth sterilizing events) اس کی طبقاتی تاریخ (geological past) میں اور بھی پیش آچکے ہیں، جن کی وجہ سے یہاں کا حیاتیاتی دور (life cycle) کلی طور پر معدوم ہو کر ایک سے زائد مرتبہ از سرِ نو شروع ہو چکا ہو؟ مگر قرآن حکیم یہاں پوری وضاحت کیساتھ یہ اعلان کر رہا ہے کہ نہ صرف ہماری ایک زمین بلکہ دیگر تمام آسمانی زمینیں بھی اپنے اپنے موجودہ حیاتیاتی ادوار سے قبل مردہ ہی تھیں، جنہیں آسمانوں سے بارش کے پانی کے ذریعے سیراب کر کے زندہ کرنے کے بعد ہی ان میں ہر طرح کے جاندار بسائے اور پھیلائے گئے تھے۔ لہٰذا اس کا بہت ہی واضح اور دور رس مطلب یہ ہوا کہ ہماری زمین کے کل مظاہر حیات اور خصوصاً ہمارا موجودہ سلسلۂ انسانیت بھی اسکے حالیہ حیاتیاتی دور ہی کے مرہون منت ہیں؛ کیونکہ پچھلے باب کی تحقیق کے مطابق یہاں بھی بسائے اور پھیلائے گئے

﴿دَآبَّۃ﴾ کے مفہوم میں انسان بھی شامل ہے، اور یہ کہ موجودہ سلسلۂ انسانیت کی پچھلی چند ہزار سالہ تاریخ کے دوران یا ماضی قریب ہی میں سہی یہ کبھی عمومی طور پر مردہ اور بنجر بھی نہیں ہوئی ہے۔

اب اس نئی حقیقت کے انکشاف سے ذہنوں میں ایک بالکل ہی بنیادی اور ناگزیر سوال یہ بھی ابھرتا ہے کہ جب زمینیں اپنے اپنے موجودہ زندہ ادوار سے قبل مردہ تھیں تو وہ اپنی اُن اموات سے قبل کیا تھیں، کیوں کہ موت کا اطلاق صرف انہیں پر ہوسکتا ہے جو کبھی زندہ رہے ہوں، بے جان کو کسی بھی قیمت پر مردہ نہیں کہا جاسکتا ہے۔ اور الفاظ قرآنی ﴿بَعْدَ مَوْتِهَا﴾ (ان کی موت کے بعد) سے بھی بالکل عیاں ہے کہ سابق میں ان زمینوں کو موت حالت حیات ہی میں لاحق ہوئی تھی۔ اس طرح اس نقطۂ نظر سے یقینی طور پر ثابت ہوتا ہے کہ اپنی اپنی سابقہ اموات سے قبل زمینوں پر حیاتی وزندگانی کا ایک اور دور بھی گزر چکا ہے! اور اگر اس منطق کو اور پیچھے کی جانب لوٹایا جائے تو اس سے اس ہماری زمین کی اور دیگر ساری ہی آسمانی زمینوں کی بھی متعدد مزید اموات وحیات ثابت ہوجاتی ہیں!! لہذا جب ان زمینوں کے حالیہ زندہ ادوار میں ہر طرح کی مخلوقات کو بسایا اور پھیلایا گیا ہے تو اس سے یہ بھی خود بخود مستنبط ہوتا ہے کہ ٹھیک انہیں کے نقش قدم پر تخلیق وآفرینش کا یہ سلسلہ ان کے سابقہ زندہ ادوار میں بھی وقفے وقفے سے پورے آب وتاب کے ساتھ جاری وساری رہ کر خود ان زمینوں کی اپنی اپنی اموات کے ساتھ نیست ونابود ہوتا رہا ہے۔ حسب ذیل آیات ٹھیک یہی سبق ایک دیگر پیرایے میں اس طرح دینے والی ہیں:

۲- ﴿أَوَلَمْ يَرَوْا كَيْفَ يُبْدِئُ اللّٰهُ الْخَلْقَ ثُمَّ يُعِيدُهُ، إِنَّ ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ يَسِيرٌ. قُلْ سِيرُوا فِي الْأَرْضِ فَانْظُرُوا كَيْفَ بَدَأَ الْخَلْقَ...﴾ (عنکبوت:۱۹-۲۰)

ترجمہ: کیا انہوں نے نہیں دیکھا کہ اللہ کس طرح آفرینش کی ابتدا کرتا ہے، پھر (یعنی ایک مدت بعد) اسے (یعنی ابتدائے آفرینش کو) دہراتا بھی ہے؟ یقیناً یہ اللہ کے لئے آسان ہے۔ آپ کہہ دیجئے کہ تم زمین میں چل پھر کر دیکھ لو کہ اس نے آفرینش کی ابتدا کس طرح کی ہے۔

یہاں ﴿الْخَلْقُ﴾ "خَلَقَ، يَخْلُقُ" کا مصدر ہے، جس کے معنے "پیشگی نمونے کے بغیر ہی کسی چیز کو عدم سے وجود میں لے آنا" ہوتے ہیں۔ نیز یہ لفظ یکساں طور پر مخلوق یا صرف انسان کے لئے بھی بولا جاتا ہے۔ باعتبار لغت یہ تینوں معانی کافی مشہور ومتداول ہیں۔ خود قرآن مجید میں بھی اس لفظ کا استعمال ان تینوں معانی میں بکثرت ہوا ہے، جس کی بالترتیب امثال ونظائر حسب ذیل ہیں:

﴿وَمِنْ اٰيٰتِهٖ خَلْقُ السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضِ...﴾ (شوریٰ:۲۹)

ترجمہ: اس کی نشانیوں میں سے آسمانوں اور زمینوں کی تخلیق ہے۔

﴿هٰذَا خَلْقُ اللّٰهِ فَأَرُونِي مَاذَا خَلَقَ الَّذِينَ مِنْ دُونِهٖ...﴾ (لقمان:۱۱)

ترجمہ: یہ ہوئی اللہ کی مخلوق، اب مجھے دکھاؤ کہ اس کے علاوہ دوسروں نے کیا پیدا کیا ہے؟

﴿إِنَّهُ يَبْدَؤُا الْخَلْقَ ثُمَّ يُعِيدُهُ لِيَجْزِيَ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ بِالْقِسْطِ...﴾ (یونس:۴)

ترجمہ: بے شک وہی انسان (کی تخلیق) کی ابتدا کرتا ہے، پھر اس کا اعادہ بھی کرتا ہے، تاکہ ایمان لے آنے والوں اور عمل صالح کرنے والوں کو انصاف کے ساتھ بدلہ دے۔

چنانچہ یہاں یہ تینوں معانی بھی مراد ہو سکتے ہیں، کیوں کہ ان سب کا ماحصل ایک ہی ہے۔ ظاہر ہے کہ پہلے دو معانی آپس میں ایک دوسرے کے لازم وملزوم ہی ہیں، کیوں کہ آفرینش ہی سے مخلوق وجود میں آتی ہے۔ اِدھر تخلیق کا عمل شروع ہوا کہ اُدھر منصہ وجود پر مخلوقات کی بھی ابتدا ہوگئی۔ اور ان دونوں معانی کے تعلق سے اس تیسرے معنے کا معاملہ بھی کچھ ایسا ہی ہے، جس پر مفصل گفتگو انشاء اللہ العزیز اپنے اگلے مضمون میں کی جائے گی۔ البتہ اس وقت ہم یہاں صرف پہلے معنے اخذ کرنے ہی پر اکتفاء کریں گے۔ اسی طرح حقیقی طور پر اور لغت کے اعتبار سے "بَدَأَ"، "أَبْدَأَ" اور "ابْتَدَأَ" آپس میں ایک دوسرے کے مترادفات ہیں، جن کے معنے کسی کام کی شروعات کرنا ہوتے ہیں، اور یہاں وہی مراد بھی ہیں، جیسا کے ایک دوسرے موقع سے ارشاد باری ہے:

﴿...وَبَدَأَ خَلْقَ الْإِنْسَانِ مِنْ طِينٍ﴾ (سجدہ:۷)

ترجمہ: اس نے خلقت انسانی کی شروعات مٹی سے کی۔

نیز قرآنی تعبیر سے بالکل عیاں ہے کہ ﴿يُعِيدُهُ﴾ (وہ اسے دہراتا ہے) میں موجود ضمیر متصل "ہٗ" سے اشارہ ابتدائے آفرینش ہی کی جانب ہے۔ چنانچہ ان الفاظ کے حقیقی معانی اور اس ضمیر کے حقیقی مرجع کی حقیقت دونوں سے مستنبط ہوتا ہے کہ زیر بحث آیات کریمہ میں ﴿أَوَلَمْ يَرَوْا كَيْفَ يُبْدِئُ اللّٰهُ الْخَلْقَ ثُمَّ يُعِيدُهُ﴾ (کیا انہوں نے نہیں دیکھا کہ اللہ کس طرح آفرینش کی ابتدا کرتا ہے، پھر اسے دہراتا بھی ہے؟) کے ذریعے انسان کو ابتدائے آفرینش اور اس کے پھر سے اعادے یعنی خلقت کے بار بار از سر نو دہرائے جانے کے عمومی عمل میں غور وفکر کی دعوت پیش کی جارہی ہے۔ لہٰذا اس کا واضح مطلب یہ ہوا کہ یہاں بیان قیامت کے دن دوبارہ اٹھائے جانے کا نہیں ہو رہا ہے، کیوں کہ اس دن تخلیقی عمل کی ابتدا کو از سر نو ایک اور مرتبہ دہرایا نہیں جاتا ہے، بلکہ مردوں کو ان کی خبروں سے آناً فاناً نکالا جاتا ہے، جیسا کہ حسب ذیل ارشادات باری سے واضح ہے:

﴿وَنُفِخَ فِي الصُّوْرِ فَإِذَا هُمْ مِّنَ الْأَجْدَاثِ إِلٰى رَبِّهِمْ يَنْسِلُوْنَ﴾ (یٰس:۵۱)

ترجمہ: صور پھونکا جائے گا تو وہ فوراً قبروں سے اپنے رب کی طرف دوڑے چلے آئیں گے۔

﴿إِنْ كَانَتْ إِلَّا صَيْحَةً وَّاحِدَةً فَإِذَا هُمْ جَمِيْعٌ لَّدَيْنَا مُحْضَرُوْنَ﴾ (یٰس:۵۳)

ترجمہ: وہ تو صرف ایک آواز ہوگی، پھر وہ سب دفعتہً ہمارے حضور میں پیش کئے جائیں گے۔

لہٰذا اس سے یہ نتیجہ اخذ کیا جاسکتا ہے کہ یہاں بیان معنی خیز طور پر پچھلے ارشاد باری کے ذریعے ثابت شدہ کائنات کی ساری ہی زمینوں کے متعدد زندہ و مردہ ادوار اور تسلسل کے ساتھ ان کے ہر زندہ دور میں عمل تخلیق کی از سرنو ابتدا کئے جاتے رہنے ہی کا ہو رہا ہے۔ اسی لئے اس سے متصل اگلی آیت میں ﴿قُلْ سِيْرُوْا فِي الْأَرْضِ فَانْظُرُوْا كَيْفَ بَدَأَ الْخَلْقَ﴾ (آپ کہہ دیجئے کہ تم زمین میں چل پھر کر دیکھو کہ اس نے آفرینش کی ابتدا کس طرح کی ہے) کے ذریعے اسے خود اپنی زمین پر رواں تخلیق کی شروعات کیسے ہوئی ہے اس میں بھی تفکر و تدبر پر ابھارا جا رہا ہے۔ چنانچہ یہ فقرہ منصوص طور پر ناطق ہے کہ ہماری زمین پر زندگی کا جو وجود ہے اور یہاں جو بھی انواع حیات موجود ہیں وہ سب کی سب اچانک اور یک بارگی ظہور پزیر نہیں ہوئیں، بلکہ ان سب کا ایک نقطۂ آغاز بھی رہا ہے۔ اس وقت یہ احتمال ضرور موجود ہے کہ اس ارشاد ربانی کے ذریعے غور فکر کی جو دعوت دی جارہی ہے وہ اس عالم مادی کی طبیعی تخلیق میں ہو، مگر یہ آخر الذکر آیت اس امکان کو حتمی طور پر خارج کرنے والی ہے، کیوں کہ زمین پر چلنے پھرنے سے یعنی اس کی داخلی شہادتوں سے جو علم حاصل ہوگا وہ مطالعۂ حیاتیات اور اس کے نقطۂ آغاز تک نفوذ حاصل کرنے کے لئے کافی ہوسکتا ہے، برعکس طبیعیات کے، جس کے لئے عموماً سارا انحصار خارجی شواہد ہی پر ہوتا ہے۔

چنانچہ اس دعوت الٰہی سے پوری وضاحت کے ساتھ مستنبط ہوتا ہے کہ انسان اپنے طور پر اس عظیم طبیعی و آفاقی حقیقت کا صحیح صحیح ادراک بھی کرسکتا ہے، ورنہ اسے اس پر کبھی ابھارا ہی نہ جاتا۔ ملحوظ رہے کہ یہاں خلقت کے بار بار از سرنو دہرائے جانے کے عمل میں غور و فکر کے لئے بھی ﴿أَوَلَمْ يَرَوْا﴾ ہی کے ذریعے دعوت دی جارہی ہے، جب کہ آج وہ عمل کسی بھی طرح ہماری رویت عینی و نظری میں نہیں ہے۔ لہٰذا اس سے پتہ چلتا ہے کہ یہاں دعوت رویت علمی و استدلالی ہی کی دی جارہی ہے۔ یہی وجہ تھی کہ ہم نے اپنے سابقہ ''قرآن عظیم اور اس کا نظام کائنات'' والے مضمون میں طبق در طبق قائم ساتوں آسمانوں اور ان کی موجودات کی رویت کو بھی ٹھیک اسی پر محمول کیا تھا۔ لہٰذا آج انسان اس عدیم المثال خدائی دعوت پر معنوی انداز میں لبیک کہہ کر اور اس پر اپنی مہر تصدیق پوری طرح سے ثبت کرتے ہوئے تجرباتی و مشاہداتی میدان میں کم از کم ہمارے نظام شمسی کے بعض زمینی سیاروں پر ممکنہ تخلیق و تخریب کے عوامل پر روز بروز کافی وقیع علمی وعقلی دلائل و براہین بھی قائم کرتا جا رہا ہے، اور خود ہماری موجودہ زمین کے ضمن میں بھی یہ بحث کافی ترقی کرچکی ہے، جس پر تفصیلی گفتگو ابھی آگے آرہی ہے۔

اس طرح موجودہ بیان پچھلے بیان کے ذریعے ثابت شدہ ساری زمینوں کی سابقہ اموات کی حقیقت کو مزید موکد کرتے ہوئے اُس سے بھی قبل ان پر تسلسل کے ساتھ وقفے وقفے سے جاری رہے موت و حیات کے مختلف ادوار کی حقیقت کو منکشف کرنے والا ہو جاتا ہے۔ لہٰذا جب ہماری موجودہ زمین سمیت ہر کائناتی زمین پر بھی اس کے اپنے حالیہ زندہ دور ہی کے مانند متعدد مزید ادوار سابق میں بھی گزر چکے ہیں اور ہر مرتبہ ان میں حیاتیات کا عمل از سرنو شروع

کر کے ختم بھی کیا جا چکا ہے تو سوال پیدا ہوتا ہے کہ ان سابقہ پیدائشوں کا خدائی مقصد کیا تھا؟ کیا اُس وقت بھی موجودہ انسانی و جناتی نسلوں ہی کی طرح کوئی اور مکلف مخلوقات ان میں بسائی گئی تھیں؟ چنانچہ خود موجودہ قرآنی بیان کی شرح و تفسیر اور مزید روشنی کے لئے حسب ذیل آیات ملاحظہ ہوں، جن سے ثابت ہوتا ہے کہ اس سوال کا جواب یہاں بھی ٹھیک اسی قسم کی تعبیر کا استعمال کرتے ہوئے صرف ہماری موجودہ زمین کے پس منظر میں دیا جارہا ہے، جس پر دیگر زمینوں کو بھی قیاس کیا جاسکتا ہے:

۳- ﴿أَوَلَمْ يَسِيرُوا فِي الْأَرْضِ فَيَنظُرُوا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الَّذِينَ مِن قَبْلِهِمْ، كَانُوا أَشَدَّ مِنْهُمْ قُوَّةً وَأَثَارُوا الْأَرْضَ وَعَمَرُوهَا أَكْثَرَ مِمَّا عَمَرُوهَا وَجَاءَتْهُمْ رُسُلُهُم بِالْبَيِّنَاتِ، فَمَا كَانَ اللَّهُ لِيَظْلِمَهُمْ وَلَٰكِن كَانُوا أَنفُسَهُمْ يَظْلِمُونَ. ثُمَّ كَانَ عَاقِبَةَ الَّذِينَ أَسَاءُوا السُّوأَىٰ أَن كَذَّبُوا بِآيَاتِ اللَّهِ وَكَانُوا بِهَا يَسْتَهْزِئُونَ. اللَّهُ يَبْدَأُ الْخَلْقَ ثُمَّ يُعِيدُهُ ثُمَّ إِلَيْهِ تُرْجَعُونَ﴾ (روم:۹-۱۱)

ترجمہ: کیا انہوں نے زمین میں چل پھر کر نہیں دیکھا کہ ان سے قبل والوں کا انجام کیسا رہا تھا؟ وہ قوت میں ان سے بھی زیادہ بڑھے ہوئے تھے، انہوں نے زمین کو جوتا تھا، اسے ان سے بھی زیادہ آباد کیا تھا، اور ان کے پاس ان کے رسول نشانیاں بھی لے آئے تھے، سو اللہ ان پر ظلم کرنے والا نہیں تھا، بلکہ اپنے اوپر ظلم کرنے والے خود ہی تھے۔ پھر برا کرنے والوں کا انجام بھی برا ہی ہوا، کیوں کہ وہ اللہ کی نشانیوں کو جھٹلایا اور ان کا مذاق اڑایا کرتے تھے۔ اللہ ہی آفرینش کی ابتدا کرتا ہے، پھر اسے دہراتا بھی ہے، پھر تمہیں اسی کے پاس لوٹایا بھی جائے گا۔

اگر سابقہ ارشاد میں باری تعالیٰ کی جانب سے تخلیق کے از سرِ نو بار بار دہرائے جانے کی خبر دے کر ﴿قُلْ سِيرُوا فِي الْأَرْضِ فَانظُرُوا كَيْفَ بَدَأَ الْخَلْقَ﴾ کے ذریعے ہماری زمین پر صرف رواں تخلیق کی ابتدا پر غور و فکر کی دعوت دی گئی تھی تو اب موجودہ ارشاد میں ٹھیک اسی طرح کی تعبیر ﴿أَوَلَمْ يَسِيرُوا فِي الْأَرْضِ فَيَنظُرُوا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الَّذِينَ مِن قَبْلِهِمْ﴾ کے ذریعے اس پر گزرے سابقہ تخلیقی ادوار میں بھی بسائی گئی مخلوقات کے سوءِ انجام کے مشاہدے پر ابھارا جارہا ہے۔ چنانچہ اس مفہوم کو مزید مضبوط و مستحکم کرنے ہی کی خاطر آخر میں ایک اور مرتبہ ﴿اللَّهُ يَبْدَأُ الْخَلْقَ ثُمَّ يُعِيدُهُ﴾ کا اعادہ بھی کیا جارہا ہے کہ اللہ تعالیٰ تسلسل کے ساتھ آفرینش و مخلوقات کی ابتدا کرتا اور اسے دہراتا بھی رہتا ہے۔ یاد رہے کہ یہ فقرہ اگر سابقہ ارشاد کی بالکل ابتدا میں بیان کیا گیا تھا تو یہاں تعبیر کی تبدیلی کے ذریعے بالکل آخر میں واقع ہو رہا ہے۔ چنانچہ ان دونوں بیانات کے درمیان تعبیر کا یہ اتحاد ان کے معنوی اتحاد کا بھی فائدہ دیتا ہے۔

لہٰذا اُس ربانی ارشاد کے مطابق زمین کی سابقہ مخلوقات وہ ہوئیں جو زمین جوتنے والی اور قوت طاقت اور عددی کثرت میں بھی ہم سے بہت فائق و برتر تھیں۔ نیز ان کے درمیان ربانی نشانیوں کے ساتھ انبیاء و مرسلین بھی

مبعوث کئے گئے تھے، جن کی تکذیب ہی کی بنیاد پر انہیں نیست و نابود کیا گیا تھا۔ چنانچہ اس سے مترشح ہوتا ہے کہ زمینوں پر زندہ اور مردہ ادوار کا ورود و ذہاب ان میں مکلف مخلوقات کی بالترتیب تخلیق و تعذیب ہی کے لئے ہوتا ہے۔ مزید برآں اس موقع سے دعوت الٰہی ﴿أَوَلَمْ يَسِيرُوا فِي الْأَرْضِ...﴾ سے ایک اور مرتبہ مستنبط ہوتا ہے کہ موجودہ انسان جس طرح زمین پر رواں تخلیقی دور اور اس کے آغاز پر علمی دلیل قائم کرسکتا ہے ٹھیک اسی کے موافق اس پر گزرے اسی طرح کے سابقہ ادوار اور ان میں بسائی گئی مخلوقات کے انجام کو بھی اپنے احاطۂ علمی میں لاسکتا ہے۔ چنانچہ ان دونوں بیانات کی مزید تاکید اور افزوں روشنی کے لئے حسب ذیل آیات ملاحظہ ہوں:

۴- ﴿أَلَمْ يَرَوْا كَمْ أَهْلَكْنَا قَبْلَهُم مِّنَ الْقُرُونِ أَنَّهُمْ إِلَيْهِمْ لَا يَرْجِعُونَ. وَإِن كُلٌّ لَّمَّا جَمِيعٌ لَّدَيْنَا مُحْضَرُونَ. وَآيَةٌ لَّهُمُ الْأَرْضُ الْمَيْتَةُ أَحْيَيْنَاهَا وَأَخْرَجْنَا مِنْهَا حَبًّا فَمِنْهُ يَأْكُلُونَ﴾ (یٰس:۳۱-۳۳)

ترجمہ: کیا انہوں نے مشاہدہ نہیں کیا کہ ہم نے ان سے قبل کتنی ہی نسلوں کو ہلاک کر دیا ہے، جو خود اپنی ہی جانب لوٹ کر نہیں آتی ہیں؟ اور ان میں سے ایسی کوئی بھی نہیں جو مجموعی طور پر ہمارے آگے حاضر نہ کی جائے۔ اور ان کی (ہلاکت کی) ایک بڑی علامت مردہ زمین ہے، جسے ہم نے زندہ کر کے اس سے اناج نکالا ہے، جس سے وہ کھاتے ہیں۔

ملاحظہ کیا جاسکتا ہے کہ یہاں کتنی صراحت کے ساتھ سابقہ نسلوں کی تباہی کی ایک بڑی اور واضح علامت زمین کی مردہ حالتیں قرار دی جارہی ہیں، جس سے ہم اس کی کسی مزید توجیہ سے مستغنی ہوجاتے ہیں۔ چنانچہ اس سے سابق میں ہماری زمین کی صرف ایک زندگی اور ایک موت نہیں بلکہ متعدد زندگیاں اور متعدد اموات ثابت ہورہی ہیں، جس سے اوپر ہماری جانب سے زمینوں کے کثرت اموات وحیات کا اخذ کردہ مفہوم اور زیادہ مضبوط ہوجاتا ہے۔ لہٰذا اس کا صریح مطلب یہ ہوا کہ ان سابقہ نسلوں کا تعلق زمین کے سابقہ حیاتیاتی ادوار ہی سے ہے، جنہیں یکے بعد دیگرے اس کی ہر موت کے ساتھ ہلاک و برباد کردیا گیا تھا۔

یہاں یہ حقیقت بھی پیش نظر رہے کہ ہم نے اپنے ایک اور سابقہ مضمون "قرآن عظیم اور کائناتی مخلوق" میں کائناتی تناظر میں ﴿قَرْنٌ﴾ سے جس طرح ایک زمین کی پوری مخلوق مراد لی تھی یہاں اس فلسفے میں مزید نکھار پیدا کرتے ہوئے یہ نتیجہ بھی اخذ کیا جاسکتا ہے کہ جب یہ اصطلاح ایک ہی زمین کے مختلف زندہ ادوار کے پس منظر میں استعمال کی جائے تو اس سے اس کے کسی بھی ایک زندہ دور کی پوری ہی سلسلۂ مخلوق مراد ہوجاتی ہے۔ موجودہ بیان بھی اسی نوع سے تعلق رکھنے والا ہے۔ چنانچہ ﴿قَرْنٌ﴾ سے مراد لئے گئے ہمارے اس مفہوم اور خود موجودہ بیان کی مزید تائید وتقویت کے لئے حسب ذیل دو مزید بیانات بھی ملاحظہ ہوں:

۵- ﴿أَفَلَمْ يَهْدِ لَهُمْ كَمْ أَهْلَكْنَا قَبْلَهُم مِّنَ الْقُرُونِ يَمْشُونَ فِي مَسَاكِنِهِمْ ۗ إِنَّ فِي ذَٰلِكَ لَآيَاتٍ لِّأُولِي النُّهَىٰ. وَلَوْلَا كَلِمَةٌ سَبَقَتْ مِن رَّبِّكَ لَكَانَ لِزَامًا وَأَجَلٌ مُّسَمًّى﴾ (طٰہٰ:۱۲۸-۱۲۹)

ترجمہ: کیا انہیں اس امر سے سبق حاصل نہیں ہوا کہ ہم نے ان سے قبل کئی نسلیں ہلاک کردی ہیں، جن کے مسکنوں میں (اب) یہ چل پھر رہے ہیں؟ بے شک اس میں عقل مندوں کے لئے بڑی نشانیاں ہیں۔ اور اگر آپ کے رب کی جانب سے ایک بات اور ایک معین میعاد پہلے ہی سے طے نہ ہوتے تو عذاب (ان پر بھی) لازمی طور پر آہی گیا ہوتا۔

یہاں ﴿لَهُمْ﴾ سے اشارہ موجودہ منکرین کی جانب ہے، جس کے ذریعے اس طبقے سے عمومی طور پر بصیغہء غائب خطاب کیا جارہا ہے۔ اسی طرح اس قرآنی تعبیر سے ظاہر ہے کہ ﴿يَمْشُوْنَ﴾ میں موجود ضمیر جمع ﴿لَهُمْ﴾ میں موجود ضمیر جمع کی جانب لوٹ رہی ہے۔ نیز یہاں وعید کے پیش نظر ہی موجودہ نسل انسانی کا صرف منکر طبقہ مخاطب ہے۔ ورنہ اس میں مومنین بھی داخل ہیں، کیوں کہ سابقہ نسلوں کے مسکنوں میں چل پھرنے والوں میں وہ بھی بنفس نفیس شامل ہیں۔ چنانچہ اس عمومی تعبیر سے پتہ چلتا ہے کہ یہ سابقہ نسلیں جن کے مسکنوں میں اب ہم چل پھر رہے ہیں وہ اس سر زمین پر اس کے سابقہ زندہ ادوار میں بسا کر ہلاک کی گئی مخلوقات ہی ہیں۔ اسی لئے اگلی آیت میں خود ہمیں بھی یہ وعید پیش کی جارہی ہے کہ اگر ہماری بھی ہلاکت کا ایک وقت متعین نہ ہوتا تو ان سابقین کے نقش قدم پر اب تک ہمیں بھی کیفر کردار کو پہنچا دیا گیا ہوتا۔

۶- ﴿وَلَقَدْ أَهْلَكْنَا الْقُرُوْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ لَمَّا ظَلَمُوْا وَجَآءَتْهُمْ رُسُلُهُمْ بِالْبَيِّنٰتِ وَمَا كَانُوْا لِيُؤْمِنُوْا، كَذٰلِكَ نَجْزِى الْقَوْمَ الْمُجْرِمِيْنَ. ثُمَّ جَعَلْنٰكُمْ خَلٰٓئِفَ فِى الْأَرْضِ مِنْ بَعْدِهِمْ لِنَنْظُرَ كَيْفَ تَعْمَلُوْنَ﴾ (یونس: ۱۳-۱۴) ترجمہ: یقیناً ہم تم سے قبل بہت ساری نسلوں کو جب وہ ظالم بنے ہلاک کر چکے ہیں، حالانکہ ان کے پاس ان کے رسول واضح نشانیاں لے کر آئے تھے، مگر وہ ایمان لے آنے والے نہیں تھے۔ ہم مجرموں کا بدلہ اسی طرح دیا کرتے ہیں۔ پھر (ایک مدت بعد) ہم نے تمہیں زمین میں خلیفہ بنایا، تا کہ دیکھیں تم کس طرح کا عمل کرتے ہو۔

ان آیات میں ﴿قَبْلِكُمْ﴾ اور ﴿جَعَلْنٰكُمْ﴾ سے بالکل عیاں ہے کہ پچھلے ارشاد ہی کی طرح یہاں بھی خطاب کی نوعیت عمومی ہی ہے۔ چنانچہ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ وہاں موجودہ نسل انسانی کو زمین کے رواں زندہ دور میں سابقہ نسلوں کے مسکنوں میں چلنے پھرنے والی بنائے جانے کا مزید کیا مطلب ہوسکتا ہے اس کی توجیہ یہاں اس طرح کی جارہی ہے کہ ان سابقہ نسلوں کو ہلاک کردئے جانے کے ایک عرصہ بعد ہی اسے اس میں ان کا خلیفہ بنا کر آزمایا جارہا ہے۔ ملحوظ رہے کہ ﴿ثُمَّ﴾ ترتیب کے ساتھ تراخی یعنی دو افعال کے درمیان زمانے کی دوری کا بھی فائدہ دیتا ہے۔ چنانچہ آئندہ مباحث سے ثابت ہوگا ایک زمین کی دو الگ الگ نسلوں یا بالفاظ دیگر اس کی دو الگ الگ زندگیوں کے درمیان نہایت طویل زمانی فاصلہ بھی ہوتا ہے۔ جدید فلکیات کی رو سے بھی اس مظہر ربوبیت پر کافی روشنی پڑ سکتی ہے۔ اس طرح موجودہ بیان پچھلے بیان کی تفسیر و توجیہ کرنے والا ہو جاتا ہے۔ چنانچہ اب دو مزید ارشادات بھی ملاحظہ ہوں جو ان سابقہ زمینی مخلوقات کی حقیقت کو الگ الگ پیرایوں میں اور زیادہ قوت و استحکام پہنچانے والے ہیں:

۷- ﴿يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اعْبُدُوْا رَبَّكُمُ الَّذِىْ خَلَقَكُمْ وَالَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ﴾ (بقرة:۲۱)

ترجمہ: اے انسانو! اپنے رب کی عبادت کرو، جس نے تمہیں بھی پیدا کیا ہے اور انہیں بھی جو تم سے قبل رہ چکے ہیں، تا کہ تم پرہیز گار بن سکو۔

قرآن مجید کی اولین سورت بقرہ کے ابتدائی دو رکوعات میں موجودہ انسان کی مومن، کافر اور منافق کی سہ گانہ تقسیم کے بعد اب تیسرے رکوع کی موجودہ پہلی آیت میں پہلی مرتبہ نوع انسانی سے عمومی طور پر مخاطب ہو کر اسے اپنے رب کی عبادت پر ابھارا جا رہا ہے۔ چنانچہ اس موقع سے ﴿الَّذِىْ خَلَقَكُمْ وَالَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ﴾ (جس نے تمہیں بھی پیدا کیا اور انہیں بھی جو تم سے قبل رہ چکے ہیں) کے ذریعے یہ معنی خیز اشارہ کیا جا رہا ہے کہ بلا شرکت غیرے صرف تم ہی اکیلے اس زمین پر پیدا نہیں کئے گئے ہو، بلکہ تم سے قبل یہاں اور بھی مخلوقات کو خلعت وجود سے نوازا جا چکا ہے۔

۸- ﴿اَوَلَمْ يَهْدِ لِلَّذِيْنَ يَرِثُوْنَ الْاَرْضَ مِنْ بَعْدِ اَهْلِهَآ اَنْ لَّوْ نَشَآءُ اَصَبْنٰهُمْ بِذُنُوْبِهِمْ﴾ (اعراف:۱۰۰)

ترجمہ: کیا ان لوگوں کو واضح نہیں ہوا جو زمین کے باشندوں کے بعد اس کے وارث بنے ہیں کہ ہم اگر چاہتے تو انہیں بھی ان کے گناہوں کے عوض میں پکڑ لیتے۔

قرآنی تعبیرات ﴿الَّذِيْنَ يَرِثُوْنَ الْاَرْضَ﴾ (جو زمین کے وارث بنے ہیں) اور ﴿مِنْ بَعْدِ اَهْلِهَا﴾ (اس کے باشندوں کے بعد) سے بالکل واضح ہے کہ یہاں خطاب عمومی طور پر ساری انسانیت کے پس منظر میں ہو رہا ہے۔ چنانچہ زمین کے سابقہ سارے باشندوں کو ان کے گناہوں کے عوض ہلاک کئے جانے کے بعد موجودہ انسان کو اس کا وارث اور خلیفہ بنائے جانے کے بیان سے بخوبی واضح ہو رہا ہے کہ وہ قدیم باشندے سابقہ زمینی مخلوقات ہی ہیں۔ چنانچہ یہاں ﴿مِنْ بَعْدِ اَهْلِهَا﴾ (زمین کے سابقہ باشندے) اور پچھلے ارشاد میں ﴿وَالَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ﴾ (جو تم سے قبل رہ چکے ہیں) باہم ایک دوسرے کی بحسن وخوبی شرح وتفسیر کرنے والے ہیں۔

اس طرح یہ ساری آیات اس زمین پر وقفے وقفے سے بسا کر ہلاک کی گئی سابقہ مخلوقات کے خدوخال واضح کرنے والی ہیں۔ مگر یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ قرآن مجید نے معنی خیز طور پر ان مخلوقات کی تعیین وتشخیص صراحت کے ساتھ اور براہ راست کسی مخصوص نام سے نہ کرتے ہوئے اس ضمن میں صرف بلیغ اشارات ہی پر اکتفا کیا ہے۔ البتہ جب ہمارے پچھلے مضامین سے مختلف پیرایوں میں اور نہایت مدلل طور پر ثابت ہو چکا ہے کہ جن وانس کی تخلیق ساتوں آسمانوں میں ابتلا وآزمائش ہی کی خاطر کی گئی ہے اور یہ کہ قرآن مجید میں کہیں بھی ان کے علاوہ کوئی اور مخلوق مذکور نہیں ہوئی ہے تو ظاہر ہے کہ اس کلیے کو ہماری زمین کے ہر زندہ دور اس میں بسائی گئی مخلوقات پر بھی بحسن وخوبی منطبق کیا جا سکتا ہے۔ مزید برآں اوپر سورۂ یٰس، طٰہٰ اور یونس والے تینوں بیانات کے مطابق خود موجودہ نسل انسانی بھی زمین کی سابقہ نسلوں کے مانند صرف ایک اور نسل ہی ہے۔ اور یہی وجہ بھی ہے کہ کتاب الٰہی اس ضمن میں پر اسرار خاموشی اختیار

کیے ہوئے نظر آرہی ہے۔ چنانچہ فی الحال ہم صرف ان مضبوط بنیادوں ہی پر تکیہ کرتے ہوئے اور خود قارئین کرام سے رخصت چاہتے ہوئے ان ساری ماقبل مخلوقات کو بھی راست طور پر جن وانس ہی سے موسوم کر دے رہے ہیں۔ انشاء اللہ تعالیٰ ہمارے اگلے مباحث سے بخوبی ثابت ہوگا کہ ان کی یہ عارضی اجازت کسی بھی طرح رائگان نہیں گئی۔ چنانچہ جب ہماری صرف ایک زمین کے مختلف زندہ ادوار میں اس قدر انسانی و جناتی نسلوں کو وقفے وقفے سے بطور امتحان و آزمائش بسا کر ہلاک کیا جانا ثابت ہو رہا ہے تو اس پر دیگر ساری آسمانی زمینوں کے ثابت شدہ بے شمار زندہ ادوار کو بھی بخوبی قیاس کیا جاسکتا ہے۔

اب منطقی طور پر ذہنوں میں ایک سوال یہ بھی ابھرتا ہے کہ زمینوں کی موت وحیات کیا چیز ہوتی ہے جو اس قدر معنی خیز اور انقلابی تبدیلیوں کا باعث ہوتی ہو؟ چنانچہ اس کے لئے بھی ہم اپنی موجودہ زمین کی موت وحیات کا جائزہ لیتے ہوئے اس مظہر ربوبیت کو دیگر زمینوں کے پس منظر میں بھی سمجھنے کی کوشش کریں گے۔ چنانچہ اوپر سورۂ بقرہ والے بیان کے مطابق جب ہماری زمین بشمول دیگر ساری زمینوں کو ان کی حالت موت میں آسمان سے پانی برسا کر زندہ کیا گیا تھا تو اس کا منطقی ولازمی نتیجہ یہ بھی نکلتا ہے کہ اِن کی اُن مردہ حالتوں میں ہر جگہ پانی کا فقدان تھا۔ اس سے خود بخود یہ نتیجہ بھی مستنبط ہوتا ہے کہ اپنی سابقہ اموات سے قبل زمینیں جب زندہ تھیں تو اس وقت ان میں پانی ضرور موجود تھا، جو بعد میں ان کی اموات کے ساتھ ہی معدوم کر دیا گیا ہو۔ یعنی زمینیں جب زندہ ہوتی ہیں تو ان میں پانی موجود رہتا ہے، اور جب وہ مردہ ہو جاتی ہیں تو وہ بھی وہاں سے ختم ہو جاتا ہے۔ قرآن مجید ایک اور مقام پر نہایت ہی صراحت کے ساتھ یہ عمومی اعلان کرتا ہے کہ ساتوں آسمانوں میں موجود ساری ہی انواع حیات کو بھی پانی ہی سے پیدا کیا گیا ہے:

۹- ﴿أَوَلَمْ يَرَ الَّذِينَ كَفَرُوا أَنَّ السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضَ كَانَتَا رَتْقًا فَفَتَقْنٰهُمَا، وَجَعَلْنَا مِنَ الْمَاءِ كُلَّ شَيْءٍ حَيٍّ...﴾ (انبیاء:۳۰)

ترجمہ: کیا کفار نے نہیں دیکھا کہ سارے آسمان اور زمینیں آپس میں جڑے ہوئے تھے، پھر ہم نے انہیں جدا جدا کرتے ہوئے (ان میں موجود) ہر زندہ چیز کو پانی ہی سے پیدا کیا ہے۔

﴿السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضَ﴾ کی ترکیب سے ایک اور مرتبہ ظاہر ہے کہ یہاں بھی کلام سارے آسمانوں اور زمینوں کے پس منظر ہی میں ہو رہا ہے۔ اور اس متصل سیاق میں ﴿كُلَّ شَيْءٍ حَيٍّ﴾ (ہر زندہ چیز) سے مراد کل کائنات کی ساری ہی زندہ اشیاء ٹھہرتی ہیں۔ اس طرح اس اعلان سے بخوبی ثابت ہوتا ہے کہ کائنات کی ہر زندہ نوع چاہے وہ نباتات کی قبیل سے ہو یا حیوانات کی، یا خود زمینیں ہی کیوں نہ ہوں سب کو پانی ہی سے پیدا کیا گیا ہے۔

چنانچہ اب ہم اس فلسفۂ خلق وفنا کو اور آگے بڑھاتے ہوئے دیکھیں گے کہ ہماری موجودہ زندہ زمین کا حشر آگے چل کر کیا ہونے والا ہے۔ کیا ہم پر قیامت آنے والی ہے یا حسب سابق اور ساری کائنات میں جاری عام سنت

الٰہی کے موافق اسے پانی کی معدومی کے عمومی عذاب کے ذریعے ایک اور مرتبہ موت کی نیند سلا کر یہاں کی ساری ہی انواع حیات کو ختم کر دیا جائے گا؟ حسب ذیل آیات کریمہ بھی ہمارے موجودہ طرز فکر کو کافی جلا بخشنے والی اور مزید تقویت پہنچانے والی ہیں:

۱۰- ﴿قُلْ مَنْ كَانَ فِي الضَّلٰلَةِ فَلْيَمْدُدْ لَهُ الرَّحْمٰنُ مَدًّا، حَتّٰى إِذَا رَأَوْا مَا يُوعَدُونَ إِمَّا الْعَذَابَ وَإِمَّا السَّاعَةَ، فَسَيَعْلَمُونَ مَنْ هُوَ شَرٌّ مَّكَانًا وَّأَضْعَفُ جُنْدًا﴾ (مریم:۷۵)

ترجمہ: کہہ دیجئے کہ جو گمراہی میں مبتلا ہیں رحمٰن بھی انہیں خوب ڈھیل دے جاتا ہے، یہاں تک کہ جب وہ اسے دیکھ لیں گے جس کا ان سے وعدہ کیا جاتا ہے، چاہے وہ عذاب ہو یا قیامت، تب معلوم کر لیں گے کہ برے مرتبے اور کمزور لشکر والا کون ہے۔

﴿قُلْ أَرَءَيْتَكُمْ إِنْ أَتٰكُمْ عَذَابُ اللّٰهِ أَوْ أَتَتْكُمُ السَّاعَةُ أَغَيْرَ اللّٰهِ تَدْعُونَ، إِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ﴾ (انعام:۴۰) ترجمہ: کہہ دیجئے کہ اگر تم سچے ہو تو بتاؤ کہ تم پر چاہے اللہ کا عذاب آئے یا قیامت ہی آ جائے تو کیا تم اللہ کے سوا کسی اور کو پکارو گے؟

ان دونوں آیات میں الفاظ قرآنی سے پوری طرح عیاں ہے کہ خطاب رسول اللہؐ کے توسط سے عمومی نوعیت ہی کا ہے۔ چنانچہ یہ دونوں ہی آیات دوٹوک الفاظ میں اعلان کر رہی ہیں کہ اللہ تعالیٰ ہم سے جس چیز کا وعدہ فرما رہا ہے وہ قیامت بھی ہو سکتی ہے یا کوئی دوسرا عذاب بھی۔ چنانچہ ہم پر کسی قسم کے عذاب بھیجے جانے کے احتمال کی موجودہ تصریح نہایت اہم اور کافی معنی خیز ہے، کیوں کہ حتمی طور پر اگر ہم پر قیامت ہی واقع ہونے والی ہوتی تو یہاں کسی دوسرے عذاب کے امکان کا ذکر ہی نہایت لغو اور فالتو ہوتا، جس کی توقع ذات باری تعالیٰ سے کسی بھی قیمت پر نہیں کی جا سکتی ہے۔ لہذا کلام الٰہی اس ضمن میں ہماری مزید رہنمائی اس طرح کرتا ہے:

۱۱- ﴿أَفَأَمِنُوْٓا أَنْ تَأْتِيَهُمْ غَاشِيَةٌ مِّنْ عَذَابِ اللّٰهِ أَوْ تَأْتِيَهُمُ السَّاعَةُ بَغْتَةً وَّهُمْ لَا يَشْعُرُوْنَ﴾ (یوسف:۱۰۷)

ترجمہ: سو کیا یہ اس سے بے فکر ہو چکے ہیں کہ ان پر اللہ کا کوئی ڈھانکنے والا عذاب آ پہنچے یا اچانک ان پر قیامت ہی آ پڑے، اور انہیں خبر بھی نہ ہو؟

﴿وَلَا يَزَالُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا فِيْ مِرْيَةٍ مِّنْهُ حَتّٰى تَأْتِيَهُمُ السَّاعَةُ بَغْتَةً أَوْ يَأْتِيَهُمْ عَذَابُ يَوْمٍ عَقِيْمٍ﴾ (حج:۵۵)

ترجمہ: کافر ہمیشہ اس (قرآن) کی طرف سے شک میں مبتلا رہیں گے یہاں تک کہ ان پر آچانک قیامت یا ایک بنجر دن کا عذاب ہی آ جائے۔

پچھلے دونوں آیات میں قیامت کے بجائے ہم پر نازل ہونے والے جس عذاب کے احتمال کا ذکر تھا موجودہ دونوں آیات اس کے خدوخال کو مزید واضح کرتے ہوئے اسے کسی حد تک یقینی صورت حال میں تبدیل کرنے والی ہیں۔ لہٰذا یہاں پہلی آیت میں ﴿غَاشِيَةٌ مِّنْ عَذَابِ اللّٰهِ﴾ (اللہ کا کوئی ڈھانکنے والا عذاب) کے ذریعے یہ خبر دی جارہی ہے کہ ہم پر کوئی عمومی عذاب ایسا بھی نازل ہوسکتا ہے جو یہاں کے سارے ہی موجودات کو ڈھانک کر اپنی آغوش میں لے لینے والا ہو۔ جب کہ دوسری آیت میں ﴿عَذَابُ يَوْمٍ عَقِيْمٍ﴾ (ایک بنجر دن کا عذاب) کے ذریعے اس ممکنہ عذاب کی ایک اور صفت یہ بھی بیان کی جارہی ہے کہ وہ ایک بنجر کردینے والا عذاب ہی ہوگا۔

ملحوظ رہے کہ ان چاروں آیات میں سے ہر آیت کریمہ کے ذریعے عذاب الٰہی ﴿الْعَذَابُ﴾ کو نہایت دو ٹوک الفاظ میں قیامت ﴿السَّاعَةُ﴾ کے بالمقابل پیش کیا گیا ہے، جو کافی معنی خیز ہے۔ اب حسب ذیل آیت کریمہ ملاحظہ ہو، جس کے ذریعے بالکل صریح الفاظ میں خبر دی جارہی ہے کہ ہم پر قیامت کے بجائے یقینی طور پر عذاب ہی نازل ہونے والا ہے:

۱۲- ﴿...إِنْ هُوَ إِلَّا نَذِيْرٌ لَّكُمْ بَيْنَ يَدَيْ عَذَابٍ شَدِيْدٍ﴾ (سبا:۴۶)

ترجمہ: وہ تو تمہیں ایک سخت عذاب کے وقوع سے قبل صرف ایک ڈرانے والے ہیں۔

چنانچہ کتاب اللہ اس فلسفے کو اور زیادہ آگے بڑھاتے ہوئے ان آیات کی مزید توضیح وتشریح اس طرح کرتی ہے:

۱۳- ﴿قُلْ أَرَءَيْتُمْ إِنْ أَصْبَحَ مَآؤُكُمْ غَوْرًا فَمَنْ يَّأْتِيْكُمْ بِمَآءٍ مَّعِيْنٍ﴾ (ملک:۳۰)

ترجمہ: کہہ دیجئے کہ بھلا یہ تو بتاؤ کہ اگر تمہارا پانی زمین کے خوب اندر دھنس جائے تو تمہارے پاس سطحی سیال پانی کون لے کر آئے گا؟

سابقہ ﴿غَاشِيَةٌ مِّنْ عَذَابِ اللّٰهِ﴾ (اللہ کا کوئی ڈھانکنے والا عذاب) اور ﴿عَذَابُ يَوْمٍ عَقِيْمٍ﴾ (ایک بنجر دن کا عذاب) سے کیا مراد ہوسکتا ہے اس کی تصویر کشی یہاں ایک نہایت دوررس طبیعی حقیقت اور ہمہ گیر فلکیاتی مظہر کے روپ میں کی جارہی ہے۔ لغت کے اعتبار سے ﴿غَوْرًا﴾ "غَارَ، يَغُوْرُ" کا مصدر ہے، جس کے معنے "زمین کے اندر دھنسنا" ہوتے ہیں، اور یہاں اس کا استعمال ﴿مَآءٌ﴾ (پانی) کی صفت کے طور پر ہورہا ہے۔ یاد رہے کہ جب مصدر ہی کو صفت کے طور پر استعمال کردیا جاتا ہے تو معنوی اعتبار سے اس میں "غَائِرٌ" سے بھی زیادہ تاکید پیدا ہوجاتی ہے۔ چنانچہ "اَلْمَاءُ الْغَوْرُ" کے معنے "زمین کے خوب اندر دھنسنے والا" ہوجاتے ہیں۔ اور ﴿مَآءٌ مَّعِيْنٌ﴾ لغت اور روایت دونوں ہی اعتبارات سے اس پانی کو کہتے ہیں جو آنکھوں کو نظر آئے اور سطح زمین پر جاری بھی ہو:

"ظاهر تراه العين جاريا على وجه الأرض" (تاج العروس)

"ظاهر جار على وجه الأرض" (القاموس المحيط)

"نابع سائح جار علی وجه الأرض" (تفسیر ابن کثیر)

"الجاری" (تفسیر طبری عن قتادة والضحاک)

چنانچہ آج ٹھیک یہی وہ پانی ہے جسے جدید فلکیات کی اصطلاح میں "سطحی سیال پانی" (surface liquid water) کہا جاتا ہے۔ واضح رہے کہ اس آیت کریمہ کے ذریعے اسی سورۂ ملک کی سابقہ آیت نمبر ۲۵ میں منکرین کی جانب سے وعدۂ عذاب الٰہی کی تکمیل کے مطالبے: ﴿وَيَقُولُونَ مَتَىٰ هَٰذَا الْوَعْدُ إِنْ كُنْتُمْ صَادِقِينَ﴾ (وہ کہتے ہیں کہ اگر تم سچے ہو تو بتاؤ کہ یہ وعدہ کب جا کر پورا ہونے والا ہے؟) کا جواب ایک حیرت انگیز اور انتہائی معنی خیز سوال کے ذریعے دیا جارہا ہے۔ چنانچہ اس جوابی سوال کے مطابق ہمارے اوپر نازل ہونے والے عذاب کی صورت یہ ہوسکتی ہے کہ ماضی میں ہماری مردہ زمین کو جس طرح بارش کے پانی سے زندہ کرکے اس میں سارے مظاہر حیات کو وجود بخشا گیا تھا اب سطح زمین کا سارا پانی زیر سطح خوب اندر کی جانب دھنسا دیا جائے گا، جس سے وہ عمومی اور کلی طور پر خشک وبنجر میدان میں تبدیل ہوکر اس پر موجودہ سارے انواع حیات (نباتاتی اور حیواناتی دونوں) نیست ونابود ہوجائیں گے! غور کیا جاسکتا ہے کہ ہمارے لئے ﴿إِنْ أَصْبَحَ مَاؤُكُمْ غَوْرًا﴾ (اگر تمہارا پانی زمین کے اندر خوب دھنس جائے) کی موجودہ خدائی وعید اور مذکورہ بالا ہم پر نازل ہونے والے ممکنہ عذابات: ﴿غَاشِيَةٌ مِنْ عَذَابِ اللَّهِ﴾ (اللہ کا کوئی ڈھانکنے والا عذاب) اور ﴿عَذَابُ يَوْمٍ عَقِيمٍ﴾ (ایک بنجر دن کا عذاب) کی کس قدر درست تفسیر وتوجیہ کرنے والی ہے۔ ظاہر ہے کہ اگر ہماری زمین کا سارا پانی خوب اندر کی جانب دھنسا دیا جائے تو وہ عذاب اس قدر مہیب اور تباہ کن ہوگا کہ پوری زمین کو ڈھانک کر اپنی آغوش میں لیتے ہوئے اسے بنجر اور چٹیل میدان بنا کر رکھ دے گا۔ اب حسب ذیل آیات کریمہ ملاحظہ ہوں، جو ٹھیک یہی وعید بالجزم اور نہایت دوٹوک الفاظ میں پیش کرنے والی ہیں، جس کے بعد اس ضمن میں شک وتردد کی کوئی بھی گنجائش باقی نہیں رہ جائے گی:

﴿إِنَّا جَعَلْنَا مَا عَلَى الْأَرْضِ زِينَةً لَهَا لِنَبْلُوَهُمْ أَيُّهُمْ أَحْسَنُ عَمَلًا. وَإِنَّا لَجَاعِلُونَ مَا عَلَيْهَا صَعِيدًا جُرُزًا﴾ (کہف: ۷-۸)

ترجمہ: زمین پر جو کچھ بھی ہے ہم نے اسے اس کی زینت بنایا ہے، تاکہ ہم انہیں آزمائیں کہ ان میں اچھا عمل کون کرتا ہے۔ اور اس پر جو کچھ بھی ہے یقیناً ہم اسے بنجر میدان بنانے والے ہیں۔

لہٰذا یہاں بطور عبارۃ النص یہ وعید پیش کی جارہی ہے کہ ہماری زمین کو آگے چل کر عذاب الٰہی کے ذریعے تباہ وبرباد کرکے اسے مردہ اور بنجر وچٹیل میدان بنا دیا جائے گا۔ یعنی زمین اس عذاب الٰہی کے بعد بھی جوں کی توں برقرار رہے گی، مگر اس کی زینت اور اس کی ظاہری چمک دمک اور اس کی سرسبزی وشادابی اس سے اس طرح چھین لئے جائیں گے اور اس پر موجود تہذیبی وتمدنی آثار اس طور سے ختم کردئے جائیں گے کہ کل اگر کوئی اس کو دیکھے گا تو اسے

محسوس ہوگا کہ گویا وہ کبھی آباد ہی نہیں تھی: ﴿فَجَعَلْنٰهَا حَصِيْدًا كَاَنْ لَّمْ تَغْنَ بِالْاَمْسِ﴾ (ہم نے اسے ایسا صاف کر دیا گویا کہ وہ کل آباد ہی نہیں تھی)!

مزید برآں ہمارے پانی کو زمین میں خوب اندر کی جانب دھنسا ہم پر عذاب نازل کئے جانے کی وعید پیش کرنے کے بعد آگے ہم سے اعجازی انداز میں سوال کیا جا رہا ہے کہ ہمارے پاس "سطح زمین پر جاری رہنے والا سیال پانی" کون لے کر آئے گا۔ غور کیا جاسکتا ہے کہ یہاں اس سوال کو منطقی طور پر اس طرح ہونا چاہئے تھا کہ اگر تمہارا پانی زمین کے خوب اندر دھنس جائے تو دوبارہ "اسے" تمہارے پاس کون لے آئے گا: "قُلْ اَرَءَيْتُمْ اِنْ اَصْبَحَ مَآؤُكُمْ غَوْرًا فَمَنْ يَّاْتِيْكُمْ بِهٖ" ۔ ظاہر ہے کہ جو چیز معدوم ہو جائے مطالبہ بھی عین اسی کی فراہمی کا ہو۔ مگر اس سوال میں نظم کلام سے انحراف کرتے ہوئے ضمیر کے بجائے خود ﴿مَآءٌ﴾ کو دوبارہ دہرا کر اس کی صفت ﴿مَّعِيْنٍ﴾ کا بھی اضافہ کردیا گیا ہے۔ لہٰذا یہاں سوال یہ کیا جا رہا ہے کہ ہمارا پانی زمین کے خوب اندر دھنس جانے کی صورت میں ہمارے پاس سطح زمین پر جاری رہنے والا سیال پانی کون لے آئے گا۔ یعنی معدومی کسی چیز کی اور فراہمی کا مطالبہ کسی اور ہی کا۔ اب یہ بالکل ہی الگ بات ہے کہ خود ہمارا موجودہ پانی بھی سطح زمین پر جاری رہنے والا سیال نوعیت ہی کا ہے۔

چنانچہ اب اگر اس ارشاد باری پر دوبارہ غور کیا جائے تو معلوم ہوگا کہ نظم کلام سے یہ انحراف محض ظاہری نوعیت کا ہے، اور یہ کہ یہاں تعبیر کی اس اعجازی تبدیلی کے ذریعے یہ معنی خیز اشارہ دیا جا رہا ہے کہ عذاب کی صورت میں سطح زمین کا سیال پانی زیر زمین خوب دھنس جانے کے بعد سیال نہ رہتے ہوئے کوئی اور شکل و صورت اختیار کر لیتا ہے، جسے دوبارہ حاصل کرنے کے لئے اس کی ہیئت بدل کر اسے سیال بھی کرنا پڑتا ہے! یہاں یہ حقیقت بھی ذہن نشین رہے کہ پانی مادے کی تینوں حالتوں یعنی سیال، منجمد (ٹھوس) اور بخاراتی شکلوں میں موجود رہتا ہے، اور ماحول میں مناسب تبدیلیوں کی بنا پر اپنی ایک حالت سے دوسری حالت میں تبدیل ہوتا رہتا ہے، جس کا ہم اپنی روزمرہ کی زندگی ہی میں بار بار مشاہدہ کرتے آرہے ہیں۔ چنانچہ اس کا درجہ حرارت اگر کم کردیا جائے تو وہ منجمد برف ہو جاتا ہے، اور جب اسے گرم کیا جاتا ہے تو اس کا درجہ حرارت بڑھ کر وہ آبی بخارات کی شکل اختیار کر لیتا ہے اور جب چاہے منجمد برف اور آبی بخارات کا درجہ حرارت بالترتیب بڑھا اور گھٹا کر ان سے دوبارہ سیال پانی حاصل کیا جاسکتا ہے۔ (جاری ہے)

نوٹ :

نائب مہتمم حضرت مولانا انوار الحق حقانی صاحب مدظلہ کسی رؤیت ہلال کمیٹی کے ممبر نہیں ہیں۔

جامعہ کے ترجمان نے وضاحت کرتے ہوئے کہا ہے کہ نائب مہتمم حضرت مولانا انوار الحق مدظلہ کا کسی بھی رؤیت ہلال کمیٹی سے کسی قسم کا واسطہ اور تعلق نہیں۔ جان بوجھ کر اس متنازعہ مسئلہ میں دار العلوم کو گھسیٹا جاتا ہے۔ جن موصوف کا نام میڈیا پر لیا جاتا ہے دراصل انکا تعلق کوئٹہ بلوچستان سے ہے۔ (ترجمان: مولانا وصال احمد مدرس و ناظم تعلیمات)

محمد شاہد حنیف☆

فہرست مقالاتِ 'سیرت النبی ﷺ'

پاکستانی یونیورسٹیوں میں ایم اے، ایم فل اور پی ایچ ڈی کی سطح پر لکھے جانے والے تحقیقی مقالات

کسی قوم یا ملک کی ترقی میں تعلیم اور تحقیق کا کردار اہم ہوتا ہے۔ جس کے لیے بطورِ مسلمان ہمارے لیے سیرت النبی ﷺ ہی اُسوۂ حسنہ ہے۔ سیرت النبی ﷺ پر انفرادی، ادارہ جاتی کتب ورسائل کی اشاعت کے ساتھ علمی تحقیق کے لیے قومی سطح کی جامعات نہایت اہم کردار ادا کررہی ہیں۔ پاکستانی جامعات میں ایم اے، ایم فل اور پی ایچ ڈی کی سطح پر دیگر موضوعات کے علاوہ سیرت النبی ﷺ پر تحقیقی مقالے لکھوائے جاتے ہیں لیکن ان جامعات میں مقالات کی جامع فہرست منظم انداز میں سامنے نہ آنے کی وجہ سے مختلف جامعات میں ملتے جلتے موضوع پر مقالے لکھوائے جاتے ہیں جس سے تحقیق کے نئے گوشے سامنے نہیں آتے۔

اس سلسلے میں ضرورت اس اَمر کی ہے کہ ایک جامع فہرست ایسی ہو جس میں تمام جامعات کے مقالات کو موضوعاتی اعتبار سے مرتب کیا جائے کہ کس کس جامعہ میں کن لوگوں نے کتنے موضوعات پر تحقیقی مقالے لکھوائے ہیں اس سے نہ صرف ان جامعات میں ہونے والا تحقیقی کام سامنے آئیگا بلکہ مزید کام کرنے کیلئے کئی موضوعات بھی سامنے آئیں گے۔ نیز ان مقالات میں سے بعض کی اشاعت کے مواقع بھی ملیں گے۔ اسی سلسلے میں ایک معاون تحقیقی منصوبہ کے تحت پاکستان کی تمام جامعات کے شعبہ علومِ اسلامیہ، تاریخ اسلامی، ثقافت اسلامیہ، کلیہ معارف اسلامیہ، تاریخ وغیرہ کے تحت لکھوائے جانے والے مقالات جات کی وضاحتی کتابیات تکمیل کے مراحل میں ہے۔ جس میں مقالات کی ابتدائی معلومات کیساتھ نگران مقالہ، سن تکمیل اور دیگر معلومات کی نشان دہی بھی کی گئی ہے

زیرترتیب فہرست کا ایک باب "سیرت النبی" ہے۔ مقالات کی فہرست کو اہمیت کے پیش نظر ماہنامہ الحق میں قارئین کی نذر کیا جارہا ہے۔ تاکہ سیرت کے موضوع پر کام کرنے والے، جامعات میں ہونے والے کام سے آگاہ ہوسکیں۔ جس سے اُن کے لیے اس موضوع پر مزید کام کرنے میں نہ صرف آسانی پیدا ہوگی بلکہ سیرت کے حوالے سے نئے پہلو بھی سامنے آئیں گے۔

اس فہرست میں P سے مراد پی ایچ ڈی کے مقالات اور سٹار☆ کا نشان ایم فل کے مقالہ کو ظاہر کرتا ہے جبکہ باقی مقالات ایم اے کے ہیں۔ [مرتب]

آصف علی چٹھہ	عبدالعزیز خالد بطور نعت گو	اُردو، پنجاب
آمنہ بشیر	مارٹن لنگز کی کتاب *Muhammad* کا ناقدانہ جائزہ	علوم اسلامیہ، پنجاب

☆ انچارج شعبہ رسائل وجرائد مجلس التحقیق الاسلامی، ۹۹ ــ جے، ماڈل ٹاؤن لاہور

آمنہ طارق	نعیم صدیقی بطور سیرت نگار	علوم اسلامیہ، پنجاب
احمد شکیب ارسلان	Management in Islam. Study of Holy Prophet Era.	علوم اسلامیہ، پنجاب
ارم الیاس	نبی کریم ﷺ سے خواتین کی اسلام کی بیعت	علوم اسلامیہ، پنجاب
اسحاق قریشی	برصغیر پاک وہند میں عربی نعتیہ شاعری P	علوم اسلامیہ، پنجاب
اسرار حسین، سیّد	المدائح النبویة فی شعر النبهانی P	عربی، پنجاب
اصغری عارف	آنحضرت ﷺ کا دشمنوں سے سلوک	علوم اسلامیہ، پنجاب
اکبر ملک	ابن کثیر بحیثیت سیرت نگار، تحقیقی وتنقیدی جائزہ P	علوم اسلامیہ، بہاولپور
امت القادر ہاشمی	اصلاح وتعمیر معاشرہ کا نبوی طریق	علوم اسلامیہ، پنجاب
امتیاز احمد	خطبات رسول ﷺ کے متون ومقامات کی تحقیق P	عربی، پنجاب
امیر نواب خان	اردو سیرت نگاری میں مسلکی رجحانات کے اثرات اور عصری تقاضے ☆	علوم اسلامیہ، پنجاب
انعام اللہ	سکھ دھرم پر سیرت نبویؐ کے اثرات ☆	علوم اسلامیہ، پشاور
انور حسن	یہودِ مدینہ نبی کریم ﷺ کے زمانے میں	علوم اسلامیہ، پنجاب
انور محمود خالد	اُردو نثر میں سیرت رسول ﷺ P	اُردو، پنجاب
ایچ اے رشید	قرآن کریم میں مذکور منتخب انبیا کے قصص سے فقہی احکام ومسائل کا استخراج P	معارف اسلامیہ، کراچی
ایم اے عمران	دورِ نبویؐ میں تعلیم کا نشوو ارتقا اور اس کے عمرانی اثرات P	معارف اسلامیہ، کراچی
بابر بیگ مطالی	اولادِ رسول، کتب حدیث وسیرت کی روشنی میں	علوم اسلامیہ، پنجاب
باچا آغا	عقیدہ ختم نبوت	اسلامیات، بلوچستان
بشیر احمد	رسول اللہ ﷺ کا نظام حکومت	علوم اسلامیہ، پنجاب
بشیر انجم، کرنل	رسول اکرم ﷺ کی سیاسی زندگی سے پاکستان کی خارجہ پالیسی کے لیے بنیادی اُصولوں کا استخراج ☆	علوم اسلامیہ، اوپن
بلال خان	حضور ﷺ کا تمثیلی اُسلوب بیان [مشکوٰۃ المصابیح کی روشنی میں] ☆	زکریا، ملتان
بلال خان	حضور ﷺ کا تمثیلی اُسلوب بیان [مشکوٰۃ المصابیح کی روشنی میں] P	زکریا، ملتان
بہرام موسیٰ	جذبہ فیض رسانی سیرت طیبہ کی روشنی میں	اسلامیات، بلوچستان
تبسم محمود	سفراءِ رسول ﷺ - تعارف وخصوصیات	علوم اسلامیہ، پنجاب
تنظیم الفردوس	اُردو کی نعتیہ شاعری میں مولانا احمد رضا بریلوی کی انفرادیت واہمیت P	اُردو، کراچی

تنویر عارف	دبستان میں نعت رسول ﷺ کا ارتقا P	اُردو، کراچی
ثریا خاتون	نبی اکرم ﷺ کے مکارم اخلاق	علوم اسلامیہ، پنجاب
ثوبیہ عارف	توہینِ رسالت - ایک تاریخی جائزہ	علوم اسلامیہ، پنجاب
جمیل الرحمٰن	سیرت النبیؐ کی اہم تواریخ کا تحقیقی جائزہ	علوم اسلامیہ، پنجاب
جویریہ بتول	جمع قرآن عہد نبویؐ میں	علوم اسلامیہ، پنجاب
جویریہ ضیاء	ختم نبوت کے استدلالات کا تجزیہ اور علما پاکستان	علوم اسلامیہ، پنجاب
حسن، سیّد	قاموس سیرت: اساسی ماخذ کی روشنی میں [حروف، ا تا ذ] ☆	علوم اسلامیہ، پشاور
حسن مدنی، حافظ	نبی کریم ﷺ کے عدالتی فیصلے [تحقیق وتدوین اور کمپیوٹرائزیشن] P	علوم اسلامیہ، پنجاب
حسین فاروق	ابن اثیر کی تاریخ الکامل بحیثیتِ ماخذِ سیرت ☆	علوم اسلامیہ، پشاور
حسین ناہر خاں	راجا رشید محمود کی نعتیہ شاعری کا تنقیدی مطالعہ ☆	اُردو، اوپن
حفظ الرحمٰن	طبقات ابن سعد بحیثیتِ ماخذِ سیرت ☆	علوم اسلامیہ، پشاور
حکمت الحریری	صلح الحدیبیة و المعاهدات بین المسلمین و الکفار P	ثقافت اسلامی، سندھ
حنا صفدر، حافظہ	یہود و مسلم تعلقات، عصرِ حاضر اور اُسوۂ حسنہ	علوم اسلامیہ، پنجاب
خاور خان	Khatam-un-Nabiyyin, the seal of the Prophets	علوم اسلامیہ، پنجاب
خدا بخش آسی	اِسلامی نظام تعلیم، عہد نبوی سے خلفائے راشدین تک	علوم اسلامیہ، پنجاب
دلشاد احمد خان	مولانا ابوالحسن علی ندوی بحیثیتِ سیرت نگار ☆	زکریا، ملتان
دوست محمد	سیرۃ النبوی اور مستشرقین P	علوم اسلامیہ، پشاور
راحیلہ اقبال	حب رسول ﷺ اور صحابہ کرامؓ	علوم اسلامیہ، پنجاب
راحیلہ رحمان	سیرت رسول ﷺ کے خصائص وانفرادیت	علوم اسلامیہ، پنجاب
راشدہ ریاض	اقبال اور محبت رسول ﷺ	علوم اسلامیہ، پنجاب
رخسانہ ناہید	ازواج رسول ﷺ کتب احادیث اور سیرت کی روشنی میں	علوم اسلامیہ، پنجاب
رضیہ سلطانہ	سیرت رسول اکرم ﷺ قرآن کی روشنی میں	علوم اسلامیہ، پنجاب
روبینہ خورشید	انبیائے کرام کے مکالماتِ قرآنیہ منہج وحکمت	علوم اسلامیہ، پنجاب
روبینہ شاہین	عہد نبوی ﷺ کی مساجد کا تحقیقی جائزہ	علوم اسلامیہ، پنجاب
ریاض بیگم	آنحضرت ﷺ کے متعدد نکاح کرنے کی وجہ ازواج مطہرات کی صحیح تعداد	علوم اسلامیہ، پنجاب

ریاض کریم	رسول کریم ﷺ کی ازواج مطہرات	علوم اسلامیہ، پنجاب
ریاض مجید	اُردو نعت P	اُردو، پنجاب
زاہد محمد خان	احکام عشرہ، خطبہ کوہ اور خطبہ حجۃ الوداع، فلاح انسانیت کے حوالے سے P	معارف اسلامیہ، کراچی
زبیدہ	آنحضرت ﷺ کی گھریلو زندگی	علوم اسلامیہ، پنجاب
زبیدہ جبیں	آنحضرت ﷺ کی پیغمبرانہ زندگی اور اُمہات المؤمنین کا کردار ☆	اسلامیات، بلوچستان
زیب النسا	کلام اقبال میں انبیا کا تذکرہ ☆	اُردو، اوپن
زینت رشید	مواخات و میثاق مدینہ کے تناظر میں اصلاح معاشرہ [سیرت النبی کے حوالے سے] P	معارف اسلامیہ، کراچی
ساجدہ جبیں	نبی کریم ﷺ کی مکی زندگی کے خصائص	علوم اسلامیہ، پنجاب
سعدیہ حبیب	بہاولپور ڈویژن میں اُردو نعتیہ شاعری کی روایت ☆	اُردو، بہاولپور
سعدیہ حنیف	عقیدہ رسالت - مولانا غلام اللہ خان کی توضیحات	علوم اسلامیہ، پنجاب
سعدیہ گوندل	تعلیمی ضابطہ اخلاق اور اُسوۂ حسنہ	علوم اسلامیہ، پنجاب
سعیدہ رشم	پنجابی وچ سیرت رسول P	پنجابی، پنجاب
سلطان محمد	مطالعہ عہد نبوی: ابن الکلبی کی کتاب الاصنام کا مقام اور اس کی اہمیت ☆	علوم اسلامیہ، پشاور
سلطان محمود	مطالعات سیرت کے حوالے سے ابن قیم کی زاد المعاد کا علمی اور تقابلی مطالعہ ☆	علوم اسلامیہ، پشاور
سلمیٰ ناہید	ارھاصات نبویؐ کا تحقیقی مطالعہ	علوم اسلامیہ، پنجاب
سلیمان قمر، خواجہ	سراپا نبوی ﷺ - مقاصد و حکمتیں	علوم اسلامیہ، پنجاب
سنبل جبیں	بچوں کے لیے سیرت نگاری - اُردو ادب کا مطالعہ	علوم اسلامیہ، پنجاب
شازیہ امداد حسین	سیرت طیبہ - اُمہات الکتب کا مطالعہ	علوم اسلامیہ، پنجاب
شازیہ بتول	حضور ﷺ کی مدنی زندگی اور عرب معاشرے پر اس کے اثرات	اسلامیات، بلوچستان
شائستہ شاہین	تاریخ حدیث پر اُردو تالیفات کا جائزہ [کتابیات]	علوم اسلامیہ، پنجاب
شائستہ قیصر	فیصل آباد میں اُردو نعت	اُردو، پنجاب
شاہ فیصل	سیرت نگاری اور اس کے مناہج اور رجحانات کی تشکیل تاریخی تناظر میں ☆	علوم اسلامیہ، پشاور
شاہ محمد	عہد نبویؐ کی نعتیہ شاعری P	معارف اسلامیہ، کراچی
شاہدہ پروین	معارف اعظم گڑھ ۱۹۴۱ء تا ۱۹۶۱ء میں شائع ہونے والے علوم حدیث پر مضامین تعارفی اشاریہ	علوم اسلامیہ، پنجاب

شجلیہ لیاقت علی	خطبہ حجۃ الوداع: ایک تحقیقی وتقابلی جائزہ	علومِ اسلامیہ، پنجاب
شریف احمد عاصی	اُردو حمد ونعت پر فارسی شعری روایت کا اثر P	اُردو، ملتان
شکیل صدیقی	برصغیر پاک وہند میں سیرت نگاری کے رجحانات P	اُردو، کراچی
شگفتہ مشتاق	عید میلاد النبی ﷺ تاریخی وشرعی جائزہ	علومِ اسلامیہ، پنجاب
شمس اللہ	حضرت ابوبکرؓ کا عشقِ رسول ﷺ	اسلامیات، بلوچستان
شمیم ہاشمی	حضور اکرمؐ کی سفارتی حکمت عملی - ایک تجزیاتی اور تحقیقی مطالعہ P	معارفِ اسلامیہ، کراچی
شوکت چغتائی	اُردو نعت کے جدید رجحانات P	اُردو، سندھ
شہزاد احمد	اسلامی تعلیمات کی روشنی میں نعت گوئی کا تحقیقی وتجزیاتی مطالعہ [پاکستان کے خصوصی حوالے سے] P	معارفِ اسلامیہ، کراچی
شہناز انور	اسلام میں بیت المال کی تاریخ آغاز اسلام سے خلفائے راشدین کے عہد تک	علومِ اسلامیہ، پنجاب
شہناز کوثر	معراج النبی ﷺ - قرآن وسنت اور عصری تحقیقات کی روشنی میں	علومِ اسلامیہ، پنجاب
صبا سرور	کراچی کے نعت گو شعرا کے نعتیہ کلام کی وضاحتی کتابیات [دواوین ۱۹۴۷-۱۹۷۱ء]	معارفِ اسلامیہ، کراچی
صدیقہ ثانیہ	مهاجرات اسلام فی عهد النبی صلی الله علیه وسلم	علومِ اسلامیہ، پنجاب
ضیا محمد	انبیا کرام کی دعوت مشترکہ نکات	علومِ اسلامیہ، پنجاب
ضیاء الدین احمد	قاموس سیرت: اساسی ماخذ کی روشنی میں [حروف، ف تا ی] ☆	علومِ اسلامیہ، پشاور
طاہر اقبال خاں	اُردو میں منظوم سیرت نگاری P	اُردو، اوپن
طاہر مصطفیٰ	اسمائے رسولؐ کی اہمیت وفضیلت کا انسانی سیرت وکردار پر اطلاق P	معارفِ اسلامیہ، کراچی
طاہرہ یاسمین میو	سیرتِ ازواجِ مطہراتؓ	علومِ اسلامیہ، پنجاب
طاہرہ سلیمہ	رسول ﷺ کی صاحبزادیاں	علومِ اسلامیہ، پنجاب
طیب خان	رسول اکرم ﷺ کی عسکری زندگی میں صلح حدیبیہ کا کردار اور عصر حاضر میں اس کی ضرورت واہمیت P	اسلامیات، وفاقی
طیبہ ادریس	پیر کرم شاہؒ کی ضیاء النبی - تقابلی جائزہ	علومِ اسلامیہ، پنجاب
طیبہ خانم	خواتین کی اُردو نعتیہ شاعری کا تحقیقی وتنقیدی جائزہ P	اُردو، اوپن
ظفر علی	الاسراء (معراج النبی) اور اس کی سائنسی تشریح ☆	اسلامیات، بلوچستان
ظفر حسین	المسعودی کی مروج الذهب کا تقابلی اور ناقدانہ مطالعہ اور مصادرِ سیرت میں اس کا مقام ☆	

		علومِ اسلامیہ، پشاور
[illegible]راحمد	منتخب اُردو کتبِ سیرت کا تقابلی جائزہ	اسلامیات، بلوچستان
عابد محمد نذیر خاں	حالی کی سیرت نگاری	اُردو، پنجاب
عاشق مصطفیٰ	رسول ﷺ کی معاشی زندگی	علومِ اسلامیہ، پنجاب
عاصم رحمت	اسماء ختم المرسلین ﷺ...... تحقیقی جائزہ	علومِ اسلامیہ، پنجاب
عالیہ صدیقی	اُردو میلاد ناموں کے مآخذ و مصادر ☆	علومِ اسلامیہ، اوپن
عائشہ مریم	ڈاکٹر محمد حمید اللہ کی اُردو سیرت نگاری P	اُردو، اوپن
عائشہ نورین	محمد اعظم چشتی بطورِ نعت گو	اُردو، پنجاب
عبدالجبار خاں	اُردو میں سیرتِ نبوی ﷺ کا سرمایہ P	اُردو، سندھ
عبدالجبار مہاروی	آنحضور ﷺ کے سفر مبارک	علومِ اسلامیہ، پنجاب
عبدالجلیل	حبِ رسول شرطِ ایمان	اسلامیات، بلوچستان
عبدالرزاق مغل	آنحضور ﷺ کے عسکری احوال	اسلامیات، بلوچستان
عبدالعزیز	الوفود علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم P	علومِ اسلامیہ، پنجاب
عبدالعزیز عزت	العبادات دراسة ومقارنة من الجزء الخامس من كتاب سيرت النبی P	معارفِ اسلامیہ، کراچی
عبدالعلی اچکزئی	قرآن حکیم میں مذکور قصص الانبیا سے فقہی احکام و مسائل کا استنباط P	اسلامیات، بلوچستان
عبدالغفار	بیت الحکمت (لاہور) اُردو کتبِ سیرت کا تعارفی مطالعہ [کتابیات]	علومِ اسلامیہ، پنجاب
عبدالغفار	حضور اقدس کا امتیاز بمقابلہ دیگر انبیاء علیہم السلام	اسلامیات، بلوچستان
عبدالقادر جیلانی	The Approach of Oriental's towards the Holy Prophet & His Teachings (P)during 17th, 18th & 19th centuries	معارفِ اسلامیہ، کراچی
عبدالمقیت	اُردو شاعری پر قرآن و حدیث کے اثرات P	اُردو، سندھ
عبیداللہ انور	مزارعت بعہد نبوی ﷺ	علومِ اسلامیہ، پنجاب
عطاء الرحمٰن	البداية والنهاية بحیثیتِ ماخذِ سیرت ☆	علومِ اسلامیہ، پشاور
عطاء الرحمٰن قریشی	بائبل بطورِ ماخذ سیرت ☆	علومِ اسلامیہ، پشاور
عطاء اللہ	آثار و متروکات نبویہ: تاریخی و تحقیقی جائزہ ☆	علومِ اسلامیہ، پشاور
عطیہ برکت	معمولاتِ نبوی ﷺ کے اسرار و حکم تحقیقی مطالعہ	عربی، پنجاب

عظمیٰ عزیز	رسوم ورواج کی حیثیت تعلیماتِ نبوی ﷺ کی روشنی میں	علومِ اسلامیہ، پنجاب
عفیفہ ڈار	جلال سیّد المرسلین ﷺ	علومِ اسلامیہ، پنجاب
علی احمد انصاری	سندھ میں سیرت نگاری P	ثقافت اسلامی، سندھ
علی اصغر سلیمی	عہد نبوی میں قانون سازی کا ارتقا P	علومِ اسلامیہ، زکریا
عماد حبیب	عصر حاضر میں سیرتِ طیبہ کی اہمیت وضرورت	اسلامیات، بلوچستان
عمارہ طارق	شکیل اورنگ آبادی بحیثیتِ منظوم سیرت نگار	اُردو، پنجاب
فاروق عمر	خطباتِ رسول ﷺ اور حکمت دعوت	علومِ اسلامیہ، پنجاب
فضل ربی	نبی کریم ﷺ کی حربی حکمت عملی سے دفاع پاکستان کے لیے استفادہ ☆	علومِ اسلامیہ، اوپن
فیصل حسین	المحاجاة بين شعراء قريش بشعراء الرسول واثره ذلك في المختمع P	علومِ اسلامیہ، پنجاب
قدسیہ، سیّدہ	بشریت انبیاورسل کی حکمت۔ تحقیقی مطالعہ	علومِ اسلامیہ، پنجاب
قلب بشیر خاور	غزوہ اُحد (عربی)	علومِ اسلامیہ، پنجاب
قیصرہ ناز	یاایها الرسول اوریاایها النبی قرآنی خطابات، تفسیری ادب کا مطالعہ	علومِ اسلامیہ، پنجاب
کلثوم سلیم	متونِ اقبال میں رسولِ آخرالزمان حضرت محمد ﷺ کا تذکرہ: تحقیقی وتوضیحی مطالعہ ☆	اُردو، اوپن
گجر خان	آنحضرت ﷺ کی تعلیمی پالیسی P	علومِ اسلامیہ، بہاولپور
مامون محمود احمد	الاسس النبوية في الحضارة الاسلامية P	علومِ اسلامیہ، بہاولپور
محمد افضل	سیّد مودودیؒ بحیثیتِ سیرت نگار	علومِ اسلامیہ، پنجاب
محمد الیاس	کنفیوشس اور رسول اکرمؐ: سیرت اور تعلیمات وافکار کا تقابلی جائزہ ☆	علومِ اسلامیہ، پشاور
محمد حنیف	غزواتِ نبویؐ: قرآن کی روشنی میں P	علومِ اسلامیہ، پشاور
محمد خان ملک	عہدِ نبوی اور خلافتِ راشدہ میں عسکری نظام اور اس کا جدید علمی نظام ہائے ملٹری انٹیلی جنس پر اثر P	ثقافت اسلامی، سندھ
محمد ڈوگر	اُردو سیرت نگاری کا ارتقا	علومِ اسلامیہ، پنجاب
محمد رسول	ابن ہشام کی السيرة النبوية: مطالعاتِ سیرت میں اس کا مقام اوراثرات ☆	علومِ اسلامیہ، پشاور
محمد رمضان	پیر محمد کرم شاہ الازہریؒ بحیثیتِ سیرت نگار ☆	زکریا، ملتان
محمد سجاد، حافظ	رسول اکرم ﷺ کی دعوت وتبلیغ میں انسانی نفسیات کالحاظ ☆	علومِ اسلامیہ، اوپن
محمد سردار	غزواتِ نبوی ﷺ قرآن حکیم کی روشنی میں	علومِ اسلامیہ، پنجاب
محمد سعید	ابن جریر طبریؒ کی تاريخ الامم والملوك بحیثیتِ ماخذِ سیرت ☆	علومِ اسلامیہ، پشاور

محمد طیب خان	رسول اکرمؐ کی عسکری اور سیاسی زندگی میں صلح حدیبیہ کا کردار اور عصر حاضر میں اس کی ضرورت وا: ت P	اسلامیات، وفاقی اُردو
محمد علی	الاستعراض النقدی للدراسات الخاصة بالسیرة النبویة P	عربی، پنجاب
محمد قاسم، حافظ	منصب نبوت و رسالت...... سامی اَدیان کا مطالعہ	علومِ اسلامیہ، پنجاب
محمد یاسین	رحمة للعالمین (جلد سوم) تدوین متن اور تنقیدی جائزہ ☆	علومِ اسلامیہ، اوپن
محمد یونس	رسول ﷺ اور خلفائے راشدین کا سفارتی نظام P	علومِ اسلامیہ، پنجاب
محمود احمد خان	حضور اکرم ﷺ کی زرعی منصوبہ بندی ☆	علومِ اسلامیہ، اوپن
مریم گل	خطوطِ نبوی ﷺ کی دعوتی و سیاسی اہمیت	علومِ اسلامیہ، پنجاب
مصباح جمیل	رسول اللہ ﷺ کے معاہدات کی سیاسی و دعوتی اہمیت	علومِ اسلامیہ، پنجاب
معین الدین ہاشمی	عہد نبوی ☆	علومِ اسلامیہ، اوپن
معین الدین	(P)Critical Survey of works on Hadith in Pakistan	علومِ اسلامیہ، پشاور
ملیحہ حفیظ	حضور پاک ﷺ کے اُسوۂ تعلیمی پر مطبوعہ اُردو مقالات و مضامین تنقیدی جائزہ	علومِ اسلامیہ، پنجاب
منور فائق حسین	عصمتِ انبیا علیہم السلام	علومِ اسلامیہ، پنجاب
منیر عارف	حضور ﷺ بحیثیتِ محافظ حقوق انسانی	علومِ اسلامیہ، پنجاب
منیرہ بانو	صحف سماویہ میں نبی اکرم ﷺ کا تذکرہ	علومِ اسلامیہ، پنجاب
منیرہ حسن	سورہ محمد کے مضامین کا اہم عصری تفاسیر کی روشنی میں تقابلی جائزہ	علومِ اسلامیہ، پنجاب
نادر عبدالعزیز	منهج الرسول و اصحابه فی الفهم الشرعی للعقیدة و الفقه السلوك P	عربی، پنجاب
نازیہ ریاض	اُردو سیرت نگاری میں خواتین کا حصہ و کردار	علومِ اسلامیہ، پنجاب
ناصرہ شریف	واقعہ اِفک۔ مضمرات و اثرات	علومِ اسلامیہ، پنجاب
نبیلہ کوثر	حضور ﷺ کی عائلی زندگی	اسلامیات، بلوچستان
نثار احمد	عہدِ نبوی ﷺ میں ریاست کا نشو و ارتقا P	تاریخ اسلامی، کراچی
نثار الحق	قاموس سیرت: اساسی ماخذ کی روشنی میں [حروف، ر تا غ] ☆	علومِ اسلامیہ، پشاور
نجمہ کوثر	سیرت النبی ﷺ کی اردو کتابوں کا تنقیدی جائزہ	علومِ اسلامیہ، بہاولپور
نیم سحر	سیرت النبی ﷺ پر مستشرقین کے اہم اعتراضات کا تحقیقی جائزہ	علومِ اسلامیہ، پنجاب
نصیر خان	رسول اکرمؐ کی دعوت میں منتخب صحابیات کا کردار P	معارف اسلامیہ، کراچی
نظر احمد	مطالعہ سیرت: رہنما اُصول و مبادی اور ذرائع ☆	علومِ اسلامیہ، پشاور

نور بانو	منتخب معجزاتِ نبوی کا تحقیقی جائزہ: سائنسی حقائق کی روشنی میں P	معارفِ اسلامیہ، کراچی
نورین ناز	کراچی کے نعت گو شعرا کے نعتیہ کلام کی وضاحتی کتابیات [دواوین ۱۹۷۴ء۔۲۰۰۴ء]	معارفِ اسلامیہ، کراچی
وردہ جبیں	سیرت نگاری۔ اُردو رسائل و جرائد کا مطالعہ [۱۹۹۱ء تا ۲۰۰۴ء]	علومِ اسلامیہ، پنجاب
....	پاکستان میں (سیرت پر اُردو کتب کی) صدارتی ایوارڈ یافتہ کتب	علومِ اسلامیہ، پنجاب
....	آنحضور ﷺ بحیثیتِ طبیب	اسلامیات، بلوچستان

یونیورسٹی	شعبہ	علامت
بلوچستان یونیورسٹی	شعبہ اسلامیات، بلوچستان یونیورسٹی	اسلامیات، بلوچستان
بہاولپور یونیورسٹی	علومِ اسلامیہ، اسلامیہ یونیورسٹی، بہاولپور	علومِ اسلامیہ، بہاولپور
بہاؤالدین زکریا یونیورسٹی	شعبہ علومِ اسلامیہ، بہاؤالدین زکریا یونیورسٹی ملتان	زکریا، ملتان
پنجاب یونیورسٹی	شعبہ اُردو، پنجاب یونیورسٹی	اُردو، پنجاب
پنجاب یونیورسٹی	شعبہ پنجابی، پنجاب یونیورسٹی	پنجابی، پنجاب
پنجاب یونیورسٹی	شعبہ عربی، پنجاب یونیورسٹی	عربی، پنجاب
پنجاب یونیورسٹی	شعبہ علومِ اسلامیہ، پنجاب یونیورسٹی	علومِ اسلامیہ، پنجاب
جامعہ پشاور	شعبہ علومِ اسلامیہ، جامعہ پشاور	علومِ اسلامیہ، پشاور
جامعہ سندھ	ثقافت اسلامی و تقابل ادیان، جامعہ سندھ	ثقافت اسلامی، سندھ
جامعہ سندھ	کلیہ معارفِ اسلامیہ، جامعہ سندھ	ثقافت اسلامی، سندھ
علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی	شعبہ اُردو، علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی	اُردو، اوپن
علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی	علومِ اسلامیہ، علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی	علومِ اسلامیہ، اوپن
کراچی یونیورسٹی	شعبہ اُردو، کراچی یونیورسٹی	اُردو، کراچی
کراچی یونیورسٹی	شعبہ تاریخ اسلامی، کراچی یونیورسٹی	تاریخ اسلامی، کراچی
کراچی یونیورسٹی	کلیہ معارفِ اسلامیہ، کراچی یونیورسٹی	معارفِ اسلامیہ، کراچی

جناب ابرار خٹک
لیکچرار گورنمنٹ پوسٹ گریجویٹ کالج مردان

علم وادب اور تہذیبی روایت کا ایک گوہرِ نایاب
جناب سراج الاسلام سراج
سابق معاون ماہنامہ ''الحق''

پچھلے نصف عشرے سے ہر بار دامنِ امید تھام کر اس خیال سے اُن کے قدموں میں بیٹھ جاتے ہیں کہ آج علم وعمل کا مخزن' مطالعات' مشاہدات وتجربات کا گنجینہ' کلاسیکی ادب کا شناور اور تہذیبی روایت کا آخری پیکرِ جلیل' حسب سابق فکر وفن کی تجوریاں کھول کر مانندِ ابر ہمارے تن من کی سوکھی وادیوں کے نا آسودہ جذبوں کو ''نہال'' کر دیگا۔ رومیؒ' سعدیؒ وحافظؒ کی کوئی دلکش صدا' رحمانؒ' خوشحالؒ واقبالؒ کی کوئی منفرد نوا' بیدلؒ وغالبؒ کی کوئی مستانہ ادا' حافظ الپوری' حمزہؒ وعلی خانؒ کا کوئی نکتہ زیبا اُن کے شیریں لبوں پر انگڑائی لے کر ہماری سماعتوں میں رس گھولنے لگ جائے گا۔ استادِ بے مثل کا فصاحت و بلاغت' لحاظ و مروّت سے مالا مال لہجہ رگ رگ پر رعشہ طاری کردے گا۔ ''قصیدہ بردہ شریف'' (منظوم مثلث ترجمہ (پشتو) کے ولولہ انگیز اشعار' خاکِ حجاز کا سُرمئی رنگ لیے آنسوؤں میں ڈھل کر اُن کے پا بہ زنجیر جذبوں کو بہالائیں گے۔ ''اربونہ سلامونہ'' (پشتو نعتیہ کلام) وادی ومنزلِ بطحا کی حسرتیں لیے اُن کے شفق رنگ رُخسار کو لالہ رنگ کردے گا۔ درسی وتدریسی تجربات کے رقّت آمیز وسحر انگیز مناظر کی کوئی جھلک' ماضی کے گمنام جھروکوں سے کوئی بھولا بسرا نغمہ' اُن کے رخِ پُر نور ولبِ پُرسوز پر رقصاں ہو کر ہم پر وجد طاری کردے گا۔ لفظوں کی طلسم کاریاں' تراجم کی باریکیاں' ادب کے رموز' خوشنویسی وخطاطی کی گرہیں' یادگارِ سلف کی نکتہ آفرینیاں' عربی' فارسی' اردو اور پشتو کے انوکھے رنگ' کلاسیکی ادب کے حیرت انگیز نکتے اس ہفت رنگ وہمہ جہت شخصیت کی زبان سے نکل کر سینے میں پیوست ہوجائیں گے۔ شاعرِ شیریں سخن کے فصیح وبلیغ اشعار (اسماء الحسنٰی واحادیث' منظوم پشتو تراجم) روح کو متزلزل کردینگے۔ سائنس وجغرافیہ (کیمسٹری کے آٹھ گیس اور ضلع پشاور کا جغرافیہ' منظوم پشتو تراجم) مانندِ طفلانِ مکتب ہمارے چہروں پر بھی مسکراہٹیں بکھیر دیں گے' مگر افسوس.....ہماری زخم خوردہ سماعتیں' ترستی آنکھیں 'مرجھائے چہرے حسرت ویاس کی نذر ہوجاتے ہیں کہ ہر بار' زیست گریزی' بیزاری وبے نیازی سے بھرپور چہرہ ہمیں

نامراد چھوڑ جاتا ہے۔ ہمارے کان اُن کی دلکش صداؤں کو ترس جاتے اور آنکھیں' قابلِ رشک ماضی کو تصوّر میں لاتے ہوئے تر ہو جاتی ہیں۔ اُن کا دمکتا چہرہ' خوابیدہ آنکھیں اور بے تبسم ہونٹ گویا اُن کے محبوب ''غالب'' کے اس شعر کی تصویر بن جاتے ہیں۔ یاد تھیں ہم کو بھی رنگا رنگ بزم آرائیاں لیکن اب نقش و نگارِ طاقِ نسیاں ہو گئیں

عالمِ باعمل' استادِ باکمال' ماہرِ تعلیم' شاعر' مترجم' خطاط' ماہرِ علمِ عروض' علمِ اعداد' علمِ تقویم' لسانیات (عربی' اردو' پشتو' فارسی) سراج الاسلام سراجؔ'' جنکا حافظہ پچھلے پانچ سالوں سے جواب دے چکا ہے اور اب یادداشت کے سرچشموں نے اُنکی زبان کے سوتوں کو سیراب کرنا چھوڑ دیا ہے' تاہم الحمدللہ کہ قوتِ گویائی بحال ہے۔ عزیز ترین خونی رشتوں کی جدائی' پیرانہ سالی' ضعفِ اعصاب اور نسیان نے انہیں شہرِ خوشحال' اکوڑہ خٹک میں اپنے گھر اور کمرے تک محدود کر دیا ہے۔

اس دوران انہیں علم ہی نہ ہو سکا کہ عالمی طاقتوں نے اپنی معاشی خشکیوں کو خونِ انساں کے کتنے لہو رنگ دریاؤں سے سیراب کیا۔ عالمی منافقانہ سیاست نے کتنی زمینوں کی عصمتوں کو سائنس و ٹیکنالوجی کی ''حیرت انگیزیوں'' سے تار تار کیا۔ عصری ادب کی بے ثمر گودیوں کو تخلیق و تحقیق کے کتنے نوخیز شگوفوں نے بارآور کیا۔ سیاست کی منڈیوں میں قومی و ذاتی وفاداریاں کس بھاؤ نیلام ہوئیں۔ عوامی فلاح و بہبود کی ناآسودہ بانہوں کو استحصال و بے حرمتی کی کس کس بھٹی سے گزار کر وقت کی آگ کا ایندھن بنایا گیا اور عایا کی خواہشات کے شیش ہائے محلات کو منافقت کے کن کن پتھروں سے پاش پاش کیا گیا۔

سراج الاسلام سراجؔ ۱۹۲۸ کو اکوڑہ خٹک میں پیدا ہوئے۔ ابتدائی دینی کتب اپنے والد امیر زادہ صاحب سے پڑھیں' شعر و ادب کا ذوق فطری جبکہ خوش نویسی کا فن اپنے ماموں روح الامین سے حاصل کیا۔ ۱۹۴۶ میں میٹرک کیا' ۱۹۴۷ کو محکمہ تعلیم صوبہ سرحد میں مدرس بھرتی ہوئے۔ بی اے' ایم اے پشاور یونیورسٹی سے پرائیویٹ حیثیت سے پاس کیے جبکہ بی ایڈ' کالج آف ایجوکیشن' پشاور سے باقاعدہ کیا۔ ۱۹۸۷ میں بحیثیت ایس ای ٹی (SET) ریٹائرمنٹ لے کر اکوڑہ پبلک سکول کے نام سے ادارہ قائم کیا اور تادمِ علالت تدریسی' ادبی و سماجی مشاغل سے ہمہ تن وابستہ رہے۔

سراج الاسلام سراجؔ کے علمی و ادبی مقام سے ادب شناسوں کا ایک مخصوص حلقہ واقف ہے۔ مذکورہ بالا ہر شعبہ فن میں ان کی مہارتیں ادب و فن شناسوں سے غیر معمولی صلاحیتوں کے اعتراف کا خراج و اعزاز وصول کر چکی ہیں تاہم فنِ ترجمہ نگاری آپ کی خصوصی توجہ کا مستحق رہا' جس میں آپ نے نادر اضافے کیے۔ یہاں اُن کے تراجم سے چند مثالوں پر اکتفا کیا جاتا ہے کہ یہ تمام تراجم ''خاصے کی چیزیں'' ہیں۔

حضرت امام ابوحنیفہؒ:

كسرة خبز و كعب ماء وفرو ثوب مع السلامه

خير من العيش في نعيم يكون بعدها الملامه

یوه ګپه دَ ډوډئی کنټول د خاورو
دوه دَ تن زړو کی بس دی راته جانه

دَ هغی عیش و عشرت نه راته خه دی
چه صبا پری ملامت یم هم پشیمانه

غالبؔ

مقدور ہو تو خاک سے پوچھوں کہ اے لئیم
تو نے وہ گنج ہائے گراں مایہ کیا کیے

که وَس می وی ما به وه مز کے نه پحتنه کړی
شومی بلا 'هغه زمونګ دُر و ګوهر دِ سه که

مدت ہوئی ہے یار کو مہماں کیے ہوئے
جوشِ قدح سے بزم چراغاں کیے ہوئے

کرتا ہوں جمع پھر جگرِ لخت لخت کو
عرصہ ہوا ہے دعوتِ مژگاں کیے ہوئے

ډیره موده وشوه چه میلمه می وو جانان
ما په پیالو ډکو 'وو جوړ کړے چراغان

بیا راټولومه خپل زیګر ټیکے ټیکے
بیا دعوت کومه د ښڼرو او د چشمان

حمزہ بابا

ستر ګی می لوستے شی د فطرت کتاب
وړاندِدَ اشنا شی نو اَمیالی شی

آنکھیں میری پڑھ سکتی ہیں فطرت کے صحیفے
جب سامنے وہ آئیں تو ہو جاتی ہیں ان پڑھ

زه هرلدی ستر ګی او شڼله زوانی حسن ګنړم
نه نرلی ملا لکه ویخته' نه ټیټی مڑی ستر ګی

اکڑ جوانی' عقابی نظر کو حسن کہوں
نہ موکمر' نہ نگوں سر' نہ مردنی آنکھیں

لا خو تخیل د حمزهؔ نت نه دے
چا وے چه پښتو کے غزل چرته دے

ابھی تخیلِ حمزہؔ نہیں ہوا کمزور
کہا یہ کس نے کہ پشتو میں ہے غزل نایاب

سو که حمزهؔ د شپیتو تیر یمه وس
خو لا تر ننه غزل ګو یمه زه

عمرِ حمزهؔ زائد از شصت سال شد
می کند شوقِ غزل گوئی هنوز

خوشحال خان خٹک

په خادئی سره شریک وی اولسونه
غم یوازی د خوشحال خټک په زان دے

خوشی کے وقت سب اپنے پرائے ساتھ رہے
بوقتِ غم تنِ تنہا رہا خوشحال خٹک

سر هغه په ننه خه دے
که دَ سر' سره عزت شته

جو باوقار ہو وہ سر تنے پہ جچتا ہے
وبالِ دوش ہے وہ سر جو باوقار نہ ہو

مڑه هغه چه نه ئی نوم نه ئی نشان شته
تل تر تله په خه نوم پائی خاغلی

باقی نہیں ہے نام ونشان جن کا مر گئے
وہ زندہ تا ابد ہیں جو کچھ کام کر گئے

په جهان د ننګیالو دی دا دوه کاره
یا به وخوری ککرئی یا به کامران شی

اہلِ عزت کے لیے دنیا میں دو ہی کام ہیں | یا تو سر قربان کرے گا یا بنے گا کامران

د ناپوه' سره په جشن حاضر مه شه | د دانا سره قبول کړه که ماتم دے

نادان کے ساتھ جشن میں جانے سے کر گریز | دانا کے ساتھ غم پہ بھی جانا قبول کر

د خِلقت د کا ر خانې نه کله کله | په جهان پیدا خوشحالؔ غونډِ بشر شي

خِلقت کے کارخانے میں صدیوں کے بعد ہی | کرتا ظہور ہے کوئی خوشحالؔ سا بشر

که غوپې پسې وهي په لاس به درشي | چا وے دا چه په درياب کي گهر نشته

غوطے پہ غوطے کھاکے تو کچھ ہوگا دستیاب | کس نے کہا ہے یہ کہ بحر میں گہر نہیں

پند د محمد ﷺ د ابو جهل پکار نه شو | سوک به ئی صیقل کا چه ئی خدائے آئينه زنگ كه

ابوجہل کا آئینۂ دل حق نے کیا زنگ | صیقل نہ کر سکا اسے کردار محمد ﷺ

د خوشحالؔ قدر که اوس په هيچا نشي | پس له مرگه به ئی یاد کا ډیر عالم

خوشحالؔ کا نہیں ہے کوئی قدر دان آج | مرنے کے بعد یاد کریں گے بہت سے لوگ

په زرگو نو راته لافے د یارئی کړی | مایو یار پکی ونه لیدو' صدیق

لافِ یاری می زند یارِ هزار | یک نه دیدم یار چو ن' صدیق را

ان کے منظوم ومنثور تراجم کی خصوصیات یہ ہیں کہ نظم ونثر کا حقیقی خالق پیش منظر میں رہتا ہے نہ کہ پس منظر میں۔شعر کے فکری وفنی محاسن اس خوبی سے ترجمے میں سمو دیتے ہیں کہ ان پر طبع زاد کا گمان ہونے لگتا ہے۔غزلیاتِ غالبؔ کے پشتو ترجمے میں یہ خصوصیات بدرجہِ اتم موجود ہیں' خصوصاً جب وہ پشتو روزمرّہ ومحاورہ 'ضرب الامثال کو ترجمے میں سموتے ہیں تو لگتا ہے جیسے غالبؔ پشتو کے شاعر تھے نہ کہ اُردو'فارسی کے۔حقیقت یہ ہے کہ کلام غالبؔ کا منظوم پشتو ترجمہ سراجؔ صاحب سے پہلے اور ان کے بعد کوئی بھی مترجم تمام تر فکری وفنی محاسن کو ملحوظ خاطر رکھ کر نہ کر سکا۔یہی خصوصیات پشتو سے اردو ترجمے میں بھی نظر آتی ہیں۔خوشحال خان خٹکؔ اور حمزہؔ شینواری کے منتخب کلام کے اردو'فارسی تراجم اس حقیقت پر دال ہیں۔عربی'فارسی'اردو اور پشتو زبانوں میں ان کے تراجم ان کی غیر معمولی صلاحیتوں کی غمازی کرتے ہیں۔یہ تراجم جہاں اردو'پشتو ادب کا قیمتی اثاثہ ہیں وہاں اسلامی ادب میں بھی بیش بہا خزانے کا درجہ رکھتے ہیں۔ان کے تراجم کی خصوصیات سلاست وروانی ہے' دقیق ومشکل الفاظ کے استعمال سے وہ ترجمے کو قاری کے لیے بوجھل ونا قابلِ فہم نہیں بناتے۔خواص کی بجائے عوامی لب ولہجہ اختیار کر کے فصاحت وبلاغت کا بھرپور لحاظ رکھتے ہوئے قاری کو بلاتوقف شعر کے فکری وفنی لذتوں میں شریک کرتے ہیں۔یہی وجہ ہے کہ ان کے تراجم کو ایک ہی نشست میں ختم کرنے کو جی چاہتا ہے' جو یقیناً ان کے تراجم کو انفرادیت عطا کرتا ہے۔وہ پشتو زبان میں

ترجمے کی روایت کا امین ہی نہیں مجدد ہیں۔ پورے کلامِ غالبؔ کا ترجمہ پشتو زبان پر ان کا احسانِ بے بدل ہوتا مگر افسوس..... ''اے بسا آرزو کہ حسرت خاک شد'' عزیز رشتہ داروں اور دوستوں کی خوشیوں اور سانحہ ہائے ارتحالات پر ان کے سہرے، مرثیے اور مادہ ہائے تواریخ اردو، فارسی اور پشتو کی مذکورہ ادبی روایتوں میں اہم اضافے ہی نہیں خصوصی اہمیت رکھتے ہیں۔ ماہنامہ ''الحق'' دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک کے لیے آپ کی شبانہ روز خدمات تاریخ کا ایک سنہرا باب ہے جسے تادیر نہ صرف یاد رکھا جائے گا بلکہ انشاء اللہ آپ کی ابدی خوشیوں کا باعث بھی بنے گا۔

درس و تدریس کی دنیا سے وابستہ اصحاب، سراجؔ صاحب کی تدریسی سعیات سے کما حقہ واقف ہیں۔ ابتدائی درجات کی تدریس کے ضمن میں ان کے نظریات و تجربات سے ایک زمانہ استفادہ کرتا آرہا ہے۔ اساتذہ کی تربیتی ورکشاپوں، سیمی ناروں میں ان کے لیکچرز آبِ زر سے لکھنے کے قابل تھے جس نے ہزاروں اساتذہ کو پیشہ ورانہ مہارتوں و صلاحیتوں کو اجاگر کرنے کا موقع فراہم کیا۔ خوش نویسی کا فن انہیں ورثے میں ملا، اردو، پشتو کی مشہور کتب کو آپ کی کتابت کا اعزاز حاصل رہا۔ آج آپ کے سینکڑوں شاگرد جن میں دارالعلوم حقانیہ کے طلبہ کی کثیر تعداد شامل ہے اس روایت کو آگے بڑھا رہے ہیں جو یقیناً آپ کیلئے صدقۂ جاریہ ہے۔ خلیق، ملنسار اور مرنجا مرنج شخصیت، سفید لباس، قراقلی ٹوپی، محفل پر چھا جانے کی قدرتی صلاحیتوں سے مالا مال؛ آپ فکری ہی نہیں وضعی لحاظ سے بھی تہذیبی و تمدنی روایت کے امین رہے۔ کلاسیکی ادب کے علمی و فنی نکات سے طالبانِ علم وادب کو مستفید کرتے تو آپ کی محفل سے اٹھنے کو جی نہ چاہتا۔ باریک بین اتنے کہ ہر منظر کو لفظی تصویر کے ذریعے دلوں میں اتار دیتے اور نرم دل و نرم خو اتنے کہ ہر ادائے الفتِ انسانی پر آنکھیں تر ہو جاتیں۔ آج جب انسانی، علمی و فنی خصوصیات کے حامل اس پیکرِ بے مثل کو علالت'' عدم دلچسپی و بیزاری'' کی اس کیفیت میں دیکھتے ہیں تو بے ساختہ ان کے بہی خواہوں، ہم جلیسوں، قدر شناسوں اور ادبیاتِ مذکورہ کی حالت پر ماتم کرنے کو جی چاہتا ہے کہ شومئی قسمت سے ربِ کائنات نے ہم سب کو اس گوہرِ آبدار، مخزنِ علم و فن کی قربت سے جیتے جی محروم کر دیا ہے۔ ___ سراج الاسلام سراجؔ صاحب نے گمنامی میں رہ کر ادب کی حقیقی خدمت کو اپنا شعار بنائے رکھا۔ ستائش و صلے کی تمنا سے بے نیاز، ساری عمر قناعت میں گزاری اور حقیقی معنوں میں اسلاف کی روایات کو زندہ رکھا۔ ادب کی بے لوث خدمت کرتے ہوئے حکومتی اکابرین کی سرپرستی حاصل کرنے کیلئے شاہی درباروں اور اقتدار کی بارگاہوں کا کبھی طواف نہیں کیا، یہی وجہ ہے کہ ہر سراجؔ شناس نے اُن کی ادب کیلئے سعیات کا برملا اعتراف کیا ہے۔ آج وہ مختلف بیماریوں سے برسرِ پیکار؛ ادب کے بڑے بڑے حکومتی سرپرستوں کی جانب سے ''بیمار پرسی'' کی خواہش سے یکسر بے نیاز ہے تاہم ان کا ادبی سرمایۂ ادب و ثقافت کے بڑے بڑے اداروں پر براجمان، علمبردارانِ ادب و ثقافت کا امتحان ضرور لے رہا ہے۔ امید ہے قارئین و سراجؔ شناس خواتین و حضرات، ان کی صحت یابی و درازیٔ عمر کیلئے دعائیں کرینگے۔

پیدا کہاں ہیں ایسے پراگندہ طبع لوگ　　افسوس تم کو میرؔ سے صحبت نہیں رہی

(بقیہ صفحہ ۶۰ پر)

(۴) مولانا سید حبیب اللہ شاہ حقانی

رُکن القاسم اکیڈمی

فضلائے حقانیہ کی تالیفی، تصنیفی اور اشاعتی خدمات

مولانا سید حبیب اللہ شاہ حقانی 'فضلاء حقانیہ کے علمی' ادبی' تحریری' تصنیفی اور تالیفی خدمات پر کام کر رہے ہیں۔۔علم وادب' تحریر اور تصنیف و تالیف سے شغف رکھنے والے تمام فضلاء حقانیہ سے درخواست ہے کہ اپنا مختصر تعارف' خدمات اور تصنیفات و تالیفات کا تعارف مولانا موصوف کے نام بھیجیں تا کہ وہ اس عظیم تاریخی کام کو بہ سہولت آگے بڑھا سکیں۔

رابطہ ایڈریس :مولانا سید حبیب اللہ شاہ حقانی' رُکن القاسم اکیڈمی' جامعہ ابو ہریرہ خالق آباد نوشہرہ ------- (ادارہ)

مولانا عبدالباقی حقانی

آپ افغانستان کے صوبہ ننگر ہار ضلع غنی خیل اچین میں مولانا اوّل شاہ مدظلہٗ کے ہاں پیدا ہوئے۔

ابتدائی تعلیم و تربیت : ابتدائی دینی تعلیم ، ناظرۂ قرآن وغیرہ اپنے والد محترم سے پڑھا۔اس کے بعد مولانا علم الدین سے مختلف علوم وفنون میں کسب فیض کیا۔تکمیل کے لئے پاکستان میں صوبہ سرحد کے مشہور و معروف دینی مدارس میں استفادہ کرتے رہے۔آخر ۱۴۱۰ھ میں اُم المدارس جامعہ دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک میں دورۂ حدیث پڑھا اور اسی سال وفاق المدارس کے امتحانات میں بھی شریک ہوئے اور سندِ فراغت حاصل کی۔

درس و تدریس : فراغت کے بعد مولانا موصوف سرحد کے قدیم دینی درسگاہ جامعہ دارالعلوم اسلامیہ چارسدہ میں پانچ سال تک درس و تدریس کے شعبہ سے وابستہ رہے اور تکمیل تک کتابیں پڑھائیں۔

تصنیفات و تالیفات : مولانا موصوف اعلیٰ علمی ذوق کے مالک ہیں۔اس وجہ سے آپ کے مصنّفات و مولّفات بھی تحقیقی ہیں۔آپکے سیال قلم سے اب تک دس (۱۰) سے زائد کتابیں نکلی ہیں۔جس کی تفصیل درج ذیل ہے

(۱) حفظ الأسرار بتعلیم سید الأبرارؐ : اسرار اور راز کی حفاظت اور اسکے کتمان کے متعلق مولانا موصوف نے قرآن وحدیث، علماء، فضلاء، ادباء، شعراء اور حکماء کے اقوال جمع کئے ہیں۔راز کی حفاظت بہت ہی مشکل ہے اور از حد سخت کام ہے۔عاقل اور دانا شخص کسی کو راز افشا نہیں کرتا۔حکماء کا قول ہے: "صدور الأحرار قبور الأسرار".

حق و باطل کی نظریاتی اور عملی جنگ قیامت تک جاری رہے گی۔مجاہدینِ حق کی خاطر ہر نظریاتی و عملی میدان میں باطل کا مقابلہ کرتے رہے ہیں اور کرتے رہیں گے۔اہلِ حق کا باطل کے مقابلے میں راز کا تحفظ بہت اہم اور مؤثر کردار ادا کرتا ہے۔

جہاں بھی اہلِ حق کو عارضی شکست، ناکامی اور تکلیف کا سامنا کرنا پڑا ہے تو تحقیق سے پتہ چلتا ہے کہ اس کا بڑا سبب راز افشانی ہے۔

بہرحال ! مولانا موصوف نے ہزار ہا صفحات کا مغز اور نچوڑ اس کتاب میں پیش کیا ہے اور انتہائی عرق ریزی اور جانفشانی سے موضوع کے متعلق مواد فراہم کیا ہے۔ اصل کتاب پشتو میں تھی، اردو کا لبادہ مولانا مفتی شاہ اورنگزیب حقانی (مفتی ومدرس جامعہ ابو ہریرہ) نے پہنایا ہے۔ فارسی ترجمہ مولانا عزیز الرحمٰن عزیز نے کیا ہے، جبکہ عربی ترجمہ بھی شائع ہوا ہے، اور انگلش میں بھی ترجمہ ہو چکا ہے، جو ابھی تک غیر مطبوعہ ہے۔

کتاب پر دارالعلوم حقانیہ کے مشائخ کے تبرکات وتأثرات اور آراء وتقاریظ بھی ہیں۔ مولانا عبدالقیوم حقانی اپنے تبصرے میں رقمطراز ہیں : ''اس کتاب میں اسرار اور رازوں کی حفاظت اور ان کے کتمان کے متعلق قرآن و سنت کی تعلیمات کو یکجا مدوّن کر دیا گیا ہے۔ عام حالات سے لے کر اجتماعی معاملات تک سب کچھ واضح کر کے بیان کر دیا گیا ہے''۔ (حقانی تبصرے ص:۶۰)

اہلِ علم، طلباء، مجاہدین اور عوام الناس کے ہر طبقہ کے لوگوں کے لئے اس کتاب کا مطالعہ نہایت ضروری ہے۔

۲۔ اسلام کا نظامِ سیاست وحکومت: السیاسة والإدارة الشرعية في ضوء ارشادات خير البرية ﷺ

شیخ الحدیث مولانا سمیع الحق دامت برکاتہم کتاب کے پیش لفظ میں تحریر فرماتے ہیں :

''اسلام ایک مکمل اور کامل ضابطۂ حیات ہے۔ اس میں دنیا اور آخرت کی نجات اور فلاح موجود ہے۔ اسلام دنیا و آخرت کے معاملات کے ہر پہلو پر رہنمائی کرتا ہے اور زندگی کے کسی بھی زاویہ کو تشنہ نہیں چھوڑا جس میں اسلام کا کوئی ضابطہ یا اُصول نہ ہو ...... الغرض زندگی کے ہر میدان میں اسلام ہمیں اُصول فراہم کرتا ہے، جس کی روشنی میں ہم اپنی زندگی بہترین انداز میں گزار سکتے ہیں اور اسلام کی موجودگی میں دوسرے کسی نظام یا ازم کی ضرورت نہیں۔ اسلام کا دامن بہت وسیع اور کشادہ ہے، کسی حکومت یا ریاست کے لئے جو اہم شعبہ درکار ہے اور اس کے لئے جس طریقِ کار کی ضرورت ہے اسلام کے دائرہ کے اندر اس کے لئے اُصول وضوابط موجود ہیں، کسی ملک کا دفاعی نظام، عدالتی نظام، اقتصادی نظام، دیگر انتظامی اُمور یا دفتری معاملات اور اس طرح ریاست کے دوسرے اُمور اسلام کی روشنی میں ان کا جو تصور موجود ہے وہ دوسرے نظاموں میں موجود نہیں۔

زیر نظر کتاب ہمارے فاضل محترم حضرت مولانا عبدالباقی حقانی زید مجدہٗ نے ہزار ہا صفحات اور سینکڑوں کتابوں کا نچوڑ اور عصیر پیش کیا ہے اور میرے خیال میں اس موضوع پر اتنا جامع کام نہیں کیا گیا۔ میرے دل میں مدتوں سے یہ آرزو اور یہ تمنا انگڑائی لیتی رہی کہ اس موضوع پر ٹھوس' جامع اور مضبوط کام ہونا چاہئے اور ایسا تحقیقی مواد جمع ہونا چاہئے جس سے مخالفین اور معترضین کے بیہودہ سوالات اور دور از کار اعتراضات کا ازالہ ہو سکے کیونکہ وہ لوگ پروپیگنڈہ

کرتے ہیں کہ اسلام میں مسائل کا حل نہیں اور اسلام ریاست کا کام نہیں چلاسکتا۔ ان کے نزدیک اسلام صرف چند عبادات کے مجموعے کا نام ہے اور ذات کی اخلاقی اصلاح وتربیت کرسکتا ہے۔ باقی ریاست اور سیاست سے اس کا کوئی تعلق اور رشتہ نہیں۔

الحمدللہ آج میری آرزو اور میری تمنا جامعہ دارالعلوم حقانیہ کے فاضل اور قابلِ فخر فرزند مولانا عبدالباقی حقانی نے پوری کردی''۔

ماہنامہ الحق کے مدیرِ شہیر مولانا راشد الحق حقانی اگست ۲۰۰۸ء کے شمارہ کے اداریہ ''فاضل دارالعلوم حقانیہ کا ایک قابلِ فخر علمی وتحقیقی کارنامہ'' میں تحریر فرماتے ہیں :

''میدانِ سیاست جو نظامِ اسلام میں ریڑھ کی ہڈی کی حیثیت رکھتا ہے اور پھر خود حضورِ اقدس ﷺ کی حکمت وتدبر اور انقلابی فلسفہ سے بھر پور زندگی بھی اس کی ایک اعلیٰ مثال ہے کہ کس طرح آپ ﷺ نے ایک کامیاب جدوجہد کو منزلِ مراد سے ہمکنار کیا، پھر اس کے بعد حضرات خلفائے راشدین اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے طرزِ حکومت اور اندازِ سیاست نے دنیا بھر کا نقشہ ہی بدل ڈالا۔ پھر بعد میں مسلمانوں کے علمی انحطاط اور باہمی اختلاف کی وجہ سے وہ عالمی سیاست کے میدان سے اوجھل ہوگئے اور اب تک عالمِ اسلام کی موجودہ قیادت ناکامیوں اور نامرادیوں کی دلدل میں پھنسی چلی جارہی ہے۔ ایسے ناگفتہ بہ حالات میں جناب مولانا عبدالباقی حقانی کی موجودہ کتاب زعمائے اُمت کے لئے رہنما اُصول کی حیثیت رکھتی ہے کہ مسلمانوں کا ماضی کس قدر شاندار تھا اور کن ناموافق حالات میں مختلف ادوار اور زمانوں میں مسلمانوں کے رہنماؤں اور ان کے زعماء نے ملک وملت کی ناؤ کو ساحلِ مقصود تک پہنچایا''۔

مولانا عبدالقیوم حقانی نے القاسم اکیڈمی کی عظیم تاریخی اشاعت قرار دیتے ہوئے تعارفی تحریر میں رقمطراز ہیں:

''آج ہم اُمت کے حضور حضرت مولانا عبدالباقی مدظلہم کی عظیم وقیع، علمی اور تحقیقی کاوش ''اسلام کا نظامِ سیاست وحکومت'' پیش کررہے ہیں، جس کا مقدمہ استاذی واستاذ العلماء جامعہ دارالعلوم حقانیہ کے پرنسپل حضرت مولانا سمیع الحق دامت برکاتہم نے تحریر فرمایا ہے۔ جلد اوّل میں اسلامی سیاست کے ہمہ جہتی پہلو کی تفصیل واحکام اور جلد دوم میں اسلامی حکومت کے تمام تر خدوخال کا کوئی پہلو تشنہ نہیں چھوڑا گیا۔

اسلامی سیاست اور اسلامی نظام کیا ہے؟ یہ کتاب اس موضوع پر اوّلین جامع انسائیکلوپیڈیا ہے''۔

ان حضرات کے علاوہ کتاب میں دسیوں اکابر ومشائخ کے تقاریظ وآراء موجود ہیں۔ کتاب پر ملک کے معروف رسائل وجرائد نے تبصرہ بھی کیا۔ چند ایک کے اقتباسات درج ذیل ہیں :

(۱) اسلامی سیاست وحکومت سے متعلق یہ کتاب بلاشبہ ایک انسائیکلوپیڈیا کا درجہ رکھتی ہے۔ (ماہنامہ نصرۃ العلوم دسمبر ۲۰۰۸ء، گوجرانوالہ)

(۲) (اس کتاب) میں اساسِ خلافت سے آغازِ کلام کرتے ہوئے ادوارِ خلافت اور اخلاقِ خلافت کے ساتھ سینکڑوں

گوشوں کو واضح ونمایاں کیا گیا ہے۔ (ماہنامہ الحماد کراچی ذوالحجہ ۱۴۲۹ھ)

(۳) ہمارے خیال میں اردو زبان میں یہ پہلی کتاب ہے جو اپنے موضوع کے تمام پہلوؤں کا احاطہ کئے ہوئے ہے۔ سیاست دان حضرات اس کتاب کو اپنے مطالعہ میں رکھیں، ان کیلئے مشعلِ راہ ہے۔ (نومبر ۲۰۰۸ء ماہنامہ آبِ حیات لاہور)

(۴) نظامِ سیاست وحکومت سے دلچسپی رکھنے والوں کے لئے بلاشبہ یہ کتاب گراں قدر تحفہ ہے۔ القاسم اکیڈمی کے مہتمم حضرت مولانا عبدالقیوم حقانی (جو خود بھی سو سے زائد کتابوں کے مصنف ومؤلف ہیں) اس کتاب کی اشاعت پر مبارکباد کے مستحق ہیں۔ مؤلف وناشر دونوں نے وقت کی ایک انتہائی اہم ضرورت کو پورا کیا ہے۔ ضرورت اس امر کی ہے کہ ہمارا حکمران طبقہ بالخصوص دینی وسیاسی جماعتوں کے سربراہان اس کتاب کا مطالعہ کرکے اپنی سیاسی سوچ کی اصلاح کریں۔ (اکتوبر ۲۰۰۸ء ماہنامہ چشمِ بیدار لاہور)

(۵) ماہرین قانون اور ایک کامیاب اسلامی حکومت بنانے اور چلانے والوں کے لئے بہترین اور بے مثال تحفہ۔ (اکتوبر ۲۰۰۸ء ماہنامہ السعید مانسہرہ)

(۶) اس کتاب کی اہمیت کے پیش نظر ضروری ہے کہ اسکو مدارس میں سبقاً پڑھایا جائے (ستمبر ۲۰۰۸ء تجلیات حبیب چکوال)

واقعی یہ کتاب مولانا عبدالباقی حقانی کا عظیم الشان کارنامہ ہے۔ جنھوں نے تنِ تنہا وہ کام سرانجام دیا جو اکیڈمیوں سے نہ ہوسکا۔ بجاطور مولانا موصوف اس پر مبارکباد کے مستحق ہیں اور حقانی برادری کیلئے بھی قابلِ فخر وناز ہے

(۳) اسلام کا سیاسی نظام: مولانا عبدالباقی حقانی کابل یونیورسٹی اور کابل طبی کالج میں اسلامی ثقافت و تہذیب اور اسلامی سیاست کے پروفیسر رہ چکے ہیں۔ لیکچر کے دوران اکثر نئے سیاسی مسائل سامنے آتے جس کا بیان کرنا ناگزیر تھا۔ تو اسی ضرورت کے پیش نظر آپ نے اس موضوع پر مواد اکٹھا کرنا شروع کیا اور قلیل عرصہ میں سینکڑوں صفحے سیاہ کئے۔ کالج ویونیورسٹی کے طلباء کیلئے یہ کتاب اُصولِ سیاست میں مدد اور معاون ہے۔

(۴) اللؤلؤ والمرجان فی أسرار اوقات عِبادة الرحمٰن: وقت کی اہمیت کسی دانا پر مخفی نہیں۔ ضیاعِ وقت بذاتِ خود ایک بہت بڑا جرم ہے جس کے بارے میں پوچھا جائے گا۔ لہٰذا فرصت کے اوقات کو غنیمت جاننا چاہئے اور اللہ تعالیٰ کی خوشنودی عبادت کے ذریعے حاصل کرنی چاہئے۔ رسالۂ مذکورہ میں مولانا موصوف نے اس موضوع پر سیر حاصل بحث کی ہے۔ مولانا موصوف نے یہ رسالہ کابل یونیورسٹی کے لئے لکھا تھا، مگر موضوع کے لحاظ سے اس سے علماء، طلباء، عصری تعلیم یافتہ اور طلباء کے علاوہ عوام الناس کیلئے بھی اس کا مطالعہ نہایت ضروری ہے۔

(۵) أنوار اللطیف بأصول البحث والتالیف: تصنیف وتالیف، مقالہ نگاری ومضمون نگاری اور بحث وتحقیق کے موضوع پر آج تک بہت ساری کتابیں لکھی گئی ہیں۔ خود ہمارے اکابر میں حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی نے ''آدابِ تقریر وتصنیف'' لکھ کر اس موضوع کو تشنہ نہ چھوڑا۔ مولانا حقانی نے بھی ایک رسالہ اسی موضوع پر

مرتب کیا اور بیسیوں کتابوں سے استفادہ کر کے دریا کو کوزے میں بند کر دیا۔ اُصولِ تحقیق اور تالیف پر جامع کتاب ہے، کالج اور یونیورسٹی کے مقالہ نگاروں کے علاوہ دینی مدارس کے متخصصین فی الفقہ والحدیث کیلئے بیش بہا خزانہ ہے۔

(۶) نصر الوھاب بأصول الدرس والخطاب : جیسا کہ لکھا جا چکا ہے کہ مولانا موصوف ایک تجربہ کار، کامیاب مدرس اور استاد ہیں۔ اُلجھے ہوئے گتھیوں کو سلجھانے کا یدِطولیٰ رکھتے ہیں۔ اسی طرح طلباء اور عوام الناس کے نفسیات کو بھی جانتے ہیں۔ زیرِ نظر کتاب میں مولانا موصوف نے تعلیم و تعلم، درس و تدریس، پڑھنے پڑھانے اور فنِ خطابت کے اُصول ذکر کئے ہیں۔ جن کو مدنظر رکھ کر ایک عالمِ دین کامیاب مدرس اور کامیاب خطیب و مقرر بن سکتا ہے اور اپنی بات کو سامعین کے دلوں میں اُتار سکتا ہے۔ ہر استاد اور خطیب و مقرر کے ساتھ اس کتاب کا ہونا ضروری ہے۔

(۷) رفع المصیبتین بتعلیمات سید الکونین ﷺ : ہر مصیبت آدمی پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس کے امتحان، رفعِ درجات یا گناہوں کے محو کرنے کے لئے آتا ہے، مگر مصیبت سے نجات کے قرآنی تعلیمات اور پیغمبری فرمودات میں نسخے بھی ذکر ہیں، بس اللہ تعالیٰ سے مانگنا چاہئے مگر مانگنا بھی اس طرح جس طرح مانگنے کا طریقہ ہے ورنہ ناکامی کا اندیشہ ہے ......

در کریم سے بندے کو کیا نہیں ملتا جو مانگنے کا طریقہ ہے اُس طرح مانگو

مولانا موصوف نے اس کتاب میں تعلیماتِ نبوی ﷺ کی روشنی میں اشرار اور دشمنی کے شر و فساد سے حفاظت، اور فقر و مسکنت دور کرنے کے لئے بہترین نسخے ذکر کئے ہیں۔ محدثِ کبیر شیخ الحدیث مولانا عبدالحق کے مجالس (صحبتے با اہل حق مرتبہ مولانا عبدالقیوم حقانی) میں بھی اسی طرح کے بہت سارے دُعاؤں اور وظیفوں کا ذکر ہے جو آپ مجاہدین اور ان کے کمانڈروں کو دیا کرتے تھے۔

(۸) نصرۃ المجاھدین بأسوۃ سید المرسلین ﷺ : اس رسالہ میں مولانا نے جہاد کے فضائل مسائل، برکات اور جہاد کے اداب ذکر کر کے جہاد کے طریقے اور اقسام بیان کی ہیں۔ عوام و خواص کیلئے یکساں مفید ہے۔

(۹) تنبیہ الحکام بمراتب أحکام الإسلام لإصلاح الرعایا والعوام : اس کتاب میں مولانا مدظلہ نے اسلام کے احکام، فرض، واجب، سنت اور مستحب کی تعریفات، اقسام اور ہر ایک کا حکم وضاحت کے ساتھ ذکر کرنے کے بعد ائمۂ اربعہ اور ان کے مقلدین مشاہیر علماء کے اقوال نقل کئے ہیں۔

معاشرہ میں احکامِ ضروریہ کی نفاذ کی اہمیت، حکام کی فرضِ منصبی اور معاشرہ میں افراط و تفریط والے مروّجہ مسائل میں تطبیق کر کے رعایا و حکام دونوں کے لئے لائحۂ عمل تیار کیا ہے۔

(۱۰) نیل السعادتین لجمع تحریرات الأستاذین : کتاب ہذا بھی فضائل جہاد و احکامِ جہاد پر مشتمل ہے۔ پہلا حصہ مولانا موصوف کے والد گرامی مولانا اوّل شاہ مدظلہ کا تحریر فرمودہ ہے اور دوسرا حصہ آپ کے استاد مولانا علم الدین کے قلم سے نوشت ہے۔ یہ دونوں رسائل انہوں نے روسیوں کے خلاف جہاد کے دوران لکھے

تھے۔فقہاءِ کرام کے اقوال، سینکڑوں فقہی جزئیات و مسائل پر مشتمل ہے۔اس موضوع پر یہ رسائل نہایت جامع ہے۔ مولانا موصوف نے انہی رسائل کی افادیت اور ضرورت کو پیشِ نظر رکھ کر از سرِ نو ترتیب، تہذیب و تسہیل کر کے وقت کی ایک اہم ضرورت کو پورا کیا۔عامۃ المسلمین کیلئے عموماً اور طلباء، علماء اور مجاہدین لئے خصوصاً اس کا مطالعہ ضروری ہے۔

(۱۱) تعطیر الخواطر بفیوضاتِ الأکابر : مولانا صاحبِ نسبت بزرگ بھی ہیں۔اولیاء اللہ، مشائخ اور اپنے اساتذہ سے برابر فیض حاصل کیا اور اب انہی نسبتوں کے امین بن کر عوام الناس کی خدمت کر رہے ہیں۔علماء، مشائخ اور اولیاء اللہ کے فرمودہ وظائف، معمولات اور فیوضات سے منتخب وظائف جس میں دینی و دنیوی ترقی، روحانی و جسمانی، ظاہری و باطنی امراض اور وقت و حالات سے پیدا شدہ پریشانیوں کے علاج کا مجموعہ ہے۔

مولانا موصوف کی درجن تک کی کتابیں دارالعلوم حقانیہ، اس کے بانی محدث کبیر شیخ الحدیث مولانا عبدالحق رحمہ اللہ اور اکابر اساتذہ و مشائخ کے فیوض و برکات کا ثمرہ ہے۔اللہ تعالیٰ موصوف کو دین کی خدمت کی خاطر تادیر زندہ و سلامت رکھے اور اپنے مادرِ علمی اور مشائخ و اساتذہ کے نام کو اسی طرح روشن کرے۔

بقیہ صفحہ نمبر ۵۴ سے (علم و ادب اور تہذیبی روایت کا ایک گوہرِ نایاب)

تصانیف و تراجم:

☆ قصیدہ بردہ شریف (پشتو مثلث ترجمہ) ۱۹۵۹، ۲۰۰۴

☆ اتہ گیسونہ برائے جماعتِ نہم و دہم (مشترکہ سراج صاحب و میاں بشیر احمد) پشتو منظوم) ۱۹۵۹، ۱۹۸۵

☆ کلام غالب (منتخب غزلوں کا پشتو ترجمہ) ۱۹۶۹

☆ قرآنی اعداد و شمار (پشتو منظوم) ۱۹۸۷

☆ ضلع پشاور (پشتو نظم) ۱۹۸۸ ☆ روحانی سوغات (حضرت امام غزالی کے ایک مشہور خط "ایھا الولد" کا ترجمہ) ۱۹۹۱

☆ دامام اعظم ابوحنیفہ حیرت انگیز واقعات (پشتو نثری ترجمہ) ۱۹۹۱

☆ داز ما کلے دے (پشتو نظم متعلقہ اکوڑہ خٹک) ۱۹۹۱

☆ آداب المعلمین (پشتو نثری ترجمہ) ۱۹۹۵

☆ تخیلاتِ حمزہ (منتخب اشعار کا اردو ترجمہ) ۱۹۹۷ ☆ اسماء الحسنٰی (پشتو نظم) ۱۹۹۷

☆ چالیس احادیث (پشتو نظم) ۱۹۹۷ ☆ سراج الابلاغہ (گرائمر) ۱۹۹۹

☆ خوگی درنی خبری (حافظ ابن حجر عسقلانی کی مشہور کتاب "المنبہات" کا پشتو ترجمہ) ۱۹۹۹

☆ آداب المتعلمین (پشتو نثری ترجمہ) ۲۰۰۳

جناب شفیق الدین فاروقی

دارالعلوم کے شب وروز

دارالعلوم کے نئے تعلیمی سال کا آغاز اور افتتاحی تقریب:

الحمدللہ ۷؍اکتوبر ۲۰۰۹ء کو دارالعلوم کے نئے تعلیمی سال کا باقاعدہ آغاز ہوا۔ اس سے قبل دارالعلوم کے تمام درجات میں کثیر تعداد میں داخلے ہوئے اور باوجود سخت امتحان (انٹری ٹسٹ) اور قواعد وضوابط کے صرف شعبہ درس نظامی میں ڈھائی ہزار سے زائد طلباء کے اس سال الحمدللہ داخلے مکمل ہوئے۔ جن میں صرف دورہ حدیث کے طلباء کی تعداد گیارہ سو پچاس سے زائد ہوگئی ہے جب کہ وسائل کی کمی اور حالات کی خرابی کی وجہ سے نہایت قیود وشرائط کا لحاظ رکھا گیا تھا۔ افتتاح کے موقع پر دارالعلوم کے تمام اساتذہ، مشائخ وطلباء ایوان شریعت (دارالحدیث) کے وسیع وعریض ہال میں جمع تھے۔ حسب سابق پہلے اجتماعی طور پر قرآن خوانی کا اہتمام کیا گیا۔ پھر اس کے بعد حضرت مہتمم مولانا سمیع الحق صاحب مدظلہ نے درس حدیث ترمذی سے باقاعدہ اسباق کا آغاز کیا۔ اس موقع پر آپ نے طلباء سے فضیلت علم، علماء طلباء کی ذمہ داریاں، پابندی اوقات اور موجودہ نئے حالات میں دینی مدارس اور علماء وطلباء کو درپیش نئے چیلنجز کا مقابلہ کرنے کیلئے بھرپور علمی تیاریوں کے بارے میں نصیحت آموز اور سیر حاصل خطاب فرمایا۔ پھر نائب مہتمم حضرت مولانا انوار الحق صاحب مدظلہ نے تفصیلی اور ہدایات سے بھرپور جامع خطاب فرمایا۔ آپ کے علاوہ دارالعلوم کے مدرس مولانا سید محمد یوسف شاہ صاحب نے دارالعلوم کے قواعد وضوابط پر روشنی ڈالی اور طلباء کو اس پر عمل درآمد کی تلقین کی ۔ آخر میں شیخ الحدیث حضرت مولانا مغفور اللہ صاحب مدظلہ نے جامع اختتامی دعا فرمائی۔

وفاق المدارس العربیہ کے اعلیٰ وفد کی دارالعلوم میں حضرت مہتمم صاحب مدظلہ سے ملاقات:

گزشتہ ہفتے وفاق المدارس العربیہ کا ایک نمائندہ وفد حضرت مولانا قاری محمد حنیف جالندھری مدظلہ، ناظم اعلیٰ وفاق المدارس العربیہ پاکستان کی زیر سرپرستی دارالعلوم تشریف لایا اور اور حضرت مولانا سمیع الحق صاحب مدظلہ کے ساتھ ان کی رہائش گاہ پر تفصیلی ملاقات اور تبادلہ خیال کیا۔ وفد نے حضرت مولانا مدظلہ کو وفاق المدارس العربیہ کی سرگرمیوں کے حوالے سے تفصیلی آگاہ کیا۔ اور مدارس کے خلاف آئے روز جو حکومتی وامریکی اقدامات ہورہے ہیں اس کے بارے میں دونوں حضرات کے درمیان لائحہ عمل طے کیا گیا۔ اس موقع پر حضرت مولانا انوار الحق صاحب مدظلہ نائب صدر وفاق المدارس العربیہ پاکستان، جناب مولانا مفتی کفایت اللہ صاحب ایم پی اے سرحد اسمبلی، اور

راولپنڈی کے حضرت مولانا قاضی عبدالرشید ناظم وفاق ودیگر علماء کرام بھی موجود تھے۔

حضرت مہتمم صاحب مدظلہ اور دیگر اساتذہ دارالعلوم کا سفر عمرہ اور اکابر حرمین سے ملاقاتیں

رمضان المبارک کے آخری عشرہ میں حضرت مہتمم صاحب مدظلہ خاندان کے ہمراہ حرمین شریفین حسب سابق تشریف لے گئے اور آپ نے وہاں قیام کے دوران مختلف اکابرین امت، علماء خصوصاً امام حرم شیخ صالح بن حمید سے ملاقاتیں کیں۔ اسی طرح مکہ معظمہ میں آپ عالم اسلام کے تاریخی اہمیت کے حامل مرکز مدرسہ صولتیہ بھی تشریف لے گئے جہاں حجاز مقدس کے معروف عالم دین اور مدرسہ صولتیہ کے روح رواں جناب حضرت مولانا ماجد مسعود حشیم صاحب اور ان کے برادر مولانا زعیم وفرزندان گرامی مولانا سلیم ومولانا ہشام وغیرہ سے ملاقاتیں کیں۔ اس موقع پر ہندوستان کے کئی نامور علماء اور ادیب بھی موجود تھے اور کافی دیر تک علمی وادبی بحث ومباحثہ چلتا رہا۔ مدرسہ صولتیہ دنیا بھر کے علماء ومشائخ کا ایک قدیم علمی مرکز ہے اور ماشاء اللہ اس کے ارباب اختیار جو ہر لحاظ سے قابل وفاضل اور مہمانوں کے انتہائی قدردان اور فیاض ہیں، نے اس مرکز کی قدر اہمیت اور تاریخی کردار میں اضافہ کیا ہے۔ یہ مصنفین، مولفین اور ادیبوں کے درمیان رابطے کا ایک بڑا مرکز ہے۔ اس کے علاوہ مدینہ منورہ میں بھی حضرت مہتمم صاحب مدظلہ نے ہندوستان کے کئی علماء سے بھی ملاقاتیں کیں۔ جن میں سرفہرست حضرت مولانا محمد اخلد مدنی مدظلہ نواسۂ حضرت شیخ الاسلامؒ فرزند مولانا رشید الدینؒ مرادآبادی (موصوف نے دوسرے روز اپنے گھر پر مولانا مدظلہ کے اعزاز میں ایک پرتکلف عشائیہ دیا جس میں کافی تعداد میں اہل علم وفضل، مولانا اسجد مدنی صاحبزادہ شیخ الاسلامؒ اور خانوادۂ مدنیؒ کے افراد موجود تھے۔) مولانا رشید رشیدی صاحب مہتمم جامعہ قاسمیہ مرادآباد، مدرسہ سہارنپور کے ناظم مورخ مولانا محمد شاہد مدظلہ نواسہ شیخ الحدیث حضرت مولانا زکریاؒ اور مشہور مورخ ومحقق حضرت مولانا نورالحسن راشد، مدیر سہ ماہی احوال وآثار (جنہوں نے اپنی تازہ مطبوعات مولانا مدظلہ کو پیش کی)، دارالعلوم میں عربی مجلہ کے سابق مدیر حضرت مولانا بدرالحسن قاسمی مدظلہ حال کویت سرفہرست ہیں۔ ان حضرات نے بھی بڑی شفقت اور مہمان نوازی کا مظاہرہ فرمایا۔ آپ کے علاوہ نائب مہتمم حضرت مولانا انوارالحق صاحب مدظلہ، شیخ الحدیث حضرت مولانا مغفور اللہ صاحب مدظلہ، شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالحلیم (دیر باباجی)، جناب حاجی اظہار الحق صاحب ناظم دارالعلوم، مولانا حامد الحق حقانی، مولانا سید یوسف شاہ، مولانا عرفان الحق، مولانا سعید الرحمٰن، مولانا مطیع الرحمٰن، جناب عبدالرب صاحب، اسامہ سمیع، عمار شفیق، عبدالحق ثانی نے بھی سفر حرمین کی سعادتیں حاصل کیں۔

ادارہ

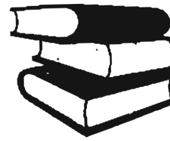

تعارف تبصرہ کتب

کتاب: رسول اللہ ﷺ کا طریقہ حج　　مصنف: مولانا مفتی محمد ارشاد القاسمی

ضخامت: ۷۵۰ صفحات　　قیمت: ۴۰۰/- صفحات

ناشر: زمزم پبلشرز کراچی

حج بیت اللہ شریف ارکان اسلام میں سے ایک اساسی رکن اور اہم فریضہ ہے اللہ تعالیٰ نے اس کو ان لوگوں پر فرض فرمایا ہے جو اس کی ادائیگی کی استطاعت رکھتے ہوں اور یہ ایک ایسی عبادت ہے جو کہ بدنی اور مالی دونوں پر مشتمل ہے۔ بحمد اللہ آج کل مسلمان ہر سال لاکھوں کی تعداد میں اکناف و اطراف عالم سے اس فریضہ کی ادائیگی کے لئے حجاز مقدس اور حرمین شریفین تشریف لیجاتے ہیں۔ حج بیت اللہ ہر لحاظ سے یعنی احکام و اعمال کے لحاظ سے ایک مشقت طلب امر ہے۔ حج بیت اللہ کیلئے روانگی سے پہلے زائر حرم کے لئے ضروری ہے کہ وہ پہلے اس کے احکام و مسائل اور اعمال سے مکمل طور پر کسی عالم دین یا کسی مستند کتاب سے آگاہی حاصل کرے۔ کیونکہ ایسا نہ ہو کہ کہیں ہماری حاضری حدیث مبارکہ کی رو سے قیامت کی نشانی نہ بن جائے۔ جس کا خلاصہ یہ ہے کہ قرب قیامت میں سیر و سیاحت اور کاروبار کیلئے بھی یہ سفر کیا جائے گا۔

زیر تبصرہ کتاب میں ممتاز محقق عالم اور مفتی مولانا محمد ارشاد صاحب قاسمی نے حج بیت اللہ کے فضائل و ترغیب پر آپ ﷺ کے پاکیزہ ارشادات حج کے ۵ ایام کے متعلق مفصل سنن و طریق کا مفصل بیان عورتوں کے حج کے متعلق آپ کے ارشادات تعلیمات اور احکامات عمرہ کے متعلق تفصیل اور سنن و احکامات بعض اہم مسائل پر رسائل حج کی کوتاہیوں کا ذکر اور اس کی اصلاح زیارت مدینہ اور روضہ اقدس کے آداب وغیرہ ذکر ہیں۔ اللہ تعالیٰ مفتی صاحب کو جزائے خیر سے نوازیں کہ انہوں نے اس قدر تفصیل کے ساتھ انتہائی عرقریزی سے یہ کتاب عامۃ المسلمین کی اصلاح و نفع کے لئے ترتیب دی۔ کتاب انتہائی خوبصورت جلد اور معاری کاغذ پر مبنی ہے۔ ہر حاجی کے لئے اس کا مطالعہ اور اس کا ساتھ لے جانا ضروری ہے کہ یہ معلومات اور مسائل کا ایک خزانہ ہے۔

کتاب: جہاد مزاحمت اور بغاوت (اسلامی شریعت اور بین الاقوامی قوانین کی روشنی میں)

مصنف: پروفیسر محمد مشتاق احمد ضخامت: ۶۸۷ صفحات

ناشر: الشریعہ اکادمی گوجرانوالہ

اسلام کے اہم فریضہ جہاد کے متعلق بہت سی کتابیں مختلف زبانوں میں قدیما وحدیثاً بعض مختصر اور بعض طویل مباحث پر مشتمل آئی ہیں۔ افغانستان پر روسی قبضہ کے بعد یہ موضوع پھر بہت زور وشور کے ساتھ زیر بحث آیا اور پھر نائن الیون کے بعد تو اس نے ایک نئی جہت اختیار کی۔ ضرورت اس بات کی تھی کہ جہاد اور اس کے متعلقات اور دیگر مناسبات پر اردو زبان میں ایک محققانہ کتاب آجائے۔ چنانچہ وقت کے تقاضا کو ملحوظ خاطر رکھتے ہوئے جناب پروفیسر محمد مشتاق احمد صاحب نے زیر تبصرہ کتاب لکھ کر دانشور طبقہ اور علماء وفضلاء کو دعوت فکر دی ہے اور ہزار ہا صفحات کو کھنگال کر ایک عطر کشید کی ہے۔ کتاب پانچ حصوں پر مشتمل ہے اور ہر حصہ میں مختلف ابواب ہیں جن کے ذیل میں متعدد فصول ہیں جو کہ اہم موضوعات اور مختلف النوع مضامین پر مشتمل ہیں۔ ممتاز عالم دین اور محقق دانشور علامہ زاہد الراشدی مدظلہ نے اسی پر فاضلانہ پیش لفظ تحریر کیا ہے۔ یہ زیادہ مناسب ہے کہ ان کا اقتباس اس کتاب کے حوالے سے یہاں پیش کیا جائے۔

''اس بات کی ایک عرصے سے شدت کے ساتھ ضرورت محسوس کی جارہی تھی کہ مروجہ بین الاقوامی نظام و قوانین کا تفصیل کے ساتھ مطالعہ کیا جائے۔ اسلامی احکام وقوانین کے ساتھ ان کا تقابلی جائزہ لیا جائے۔ جہاں جہاں دونوں کا اتفاق ہے ان جگہوں کی نشاندہی کی جائے۔ جن امور پر ٹکراؤ اور تضاد ہے ان کا بھی تعین کیا جائے۔ پھر ٹھنڈے دل ودماغ کے ساتھ شرعی اصولوں کی روشنی میں انہیں قبول یا رد کرنے اور ان سے نمٹنے کی حکمت عملی تجویز کی جائے۔ اور یہ بحث جذباتیت یا عمل اور ردعمل کی نفسیات سے ہٹ کر خالصتاً علمی وفقہی بنیادوں پر ہو۔

محترم پروفیسر محمد مشتاق احمد صاحب نے میری ایک دیرینہ خواہش اور امت مسلمہ کی ایک انتہائی اہم ضرورت کی تکمیل کی طرف قدم بڑھایا ہے۔ اور دعا گو ہوں کہ اللہ رب العزت انہیں اس کاوش پر جزائے خیر سے نوازتے ہوئے اس دینی جدوجہد کے راہنماؤں اور کارکنوں کے لئے رہنمائی کا ذریعہ بنائے اور قبولیت وثمرات سے بہرہ ور فرمائیں۔'' اپنے مندرجات اور حوالہ جات کے اعتبار سے بھی کتاب اہمیت کی حامل ہے۔ اور اس کے مطالعہ سے بحث وتحقیق کے نئے گوشے بھی قاری کے سامنے آئیں گے۔ کتاب کے کچھ مقامات اور مصنف کے بعض خیالات سے اختلاف کی گنجائش موجود ہے۔ بہر حال یہ کتاب موجودہ حالات کے تناظر میں مطالعہ کی دعوت دیتی ہے اور ضروری ہے کہ علماء اور خصوصاً دیوبند مسلک سے وابستہ اکابرین اس موضوع سے متعلق مل کر ایک مشترکہ لائحہ عمل اپنائیں اور دیگر مسالک اور مغربی میڈیا کے منفی پروپیگنڈے کا مؤثر جواب دیں۔

BRANDS ICON
OF PAKISTAN
2008
Brands Icon Award 2008 given to Rooh Afza
کامیابی کا یہ قصّہ نیا نہیں
پھر بھی اتنا ہی تازہ ...
اور اس سال Brands Icon Award کا اعزاز اس قصے کا ایک تازہ ترین باب ہے
جو کہ پاکستان کے صرف سات منفرد برانڈز کو نوازا گیا ہے۔
ایک ایسے برانڈ کے لئے جس نے سو سال سے اپنے اعلیٰ معیار کو مسلسل برقرار رکھا ہوا ہے
یہ اعزاز جیسے روز کی بات ہو۔ گو کہ ہر بار یہ خبر اتنی ہی تازہ ہوتی ہے جیسے کہ دنیا کا سب سے
بہترین روایتی مشروب ... روح افزا
Brands of the Year Award 2008
Consumers Choice Award 2008
Merit Export Award 2007-2008
Brands of the year Award 2008
WWW.BRANDSAWARD.COM
ہمدرد
ہمدرد لیبارٹریز (وقف) پاکستان
ISO 9001:2000 & ISO 22000:2005 CERTIFIED
Tel: (009221) 6616001-4. E-mail: headoffice@hamdard.com.pk, www.hamdard.com.pk
Blitz DDB

Regd No. P-90 Monthly "Al-Haq" Akora Khattak

مطبوعات مؤتمر المصنفین جامعہ حقانیہ

نمبر شمار	نام کتاب	تصنیف	افادات	صفحات
۱	حقائق السنن شرح جامع السنن للترمذیؒ	حضرت مولانا سمیع الحق	شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالحقؒ	۵۳۶
۲۔	دعواتِ حق ۔ (مکمل دو جلد)	" " "	" " " " "	۱۱۹۲
۳۔	قومی اسمبلی میں اسلام کا معرکہ	" " "	" " " " "	۴۰۰
۴۔	عبادات وعبدیت	" " "	" " " " "	۸۸
۵۔	مسئلہ خلافت وشہادت	" " "	" " " " "	۱۰۴
۶۔	صحبتے با اہل حق (مجلد)	مولانا عبدالقیوم حقانی	" " " " "	۴۰۸
۷۔	اسلام اور عصر حاضر (مجلد)	حضرت مولانا سمیع الحق	حضرت مولانا سمیع الحق	۴۶۰
۸۔	قرآن حکیم اور تعمیر اخلاق	" " "	" " " " "	۹۶
۹۔	کاروان آخرت (مجلد)	" " "	" " " " "	۴۴۶
۱۰	شیخ الحدیث مولانا عبدالحقؒ خصوصی نمبر	مولانا عبدالقیوم حقانی	" " " " "	۱۲۰۰
۱۱۔	قادیانیت اور ملت اسلامیہ کا موقف	حضرت مولانا سمیع الحق	" " " " "	۲۰۸
۱۲	قادیان سے اسرائیل تک	" " "	" " " " "	۲۲۴
۱۳۔	قومی اور ملی مسائل پر جمعیت کا موقف	" " "	" " " " "	۔
۱۴۔	میری علمی اور مطالعاتی زندگی (مجلد)	" " "	" " " " "	۵۶۰
۱۵۔	روسی الحاد	" " "	" " " " "	۲۲۰
۱۶۔	فتاوی حقانیہ	مولانا مفتی مختار اللہ	حضرت شیخ الحدیث ومفتیان حقانیہ	۳۶۰۰
۱۷۔	خطبات حق	" " "	حضرت مولانا سمیع الحق	۴۵۰
۱۸	نظام اکل وشرب	" " "	" " " " "	۴۵۰
۱۹۔	صلیبی دہشت گردی اور عالم اسلام	مولانا عبدالقیوم حقانی	" " " " "	۵۰۰
۲۰۔	زین المحافل (شرح شمائل ترمذی) جلد دو	مولانا اصلاح الدین	" " " " "	۱۰۵۵
۲۱	مروجہ کرنسی کیلئے معیار نصاب سونا یا چاندی	مولانا مفتی مختار اللہ	مولانا مفتی مختار اللہ	۱۰۰
۲۲	انوارِ حق (جلد اول)	حافظ سلمان الحق حقانی	حضرت مولانا انوار الحق حقانی	۲۶۰

مؤتمر المصنفین ○ جامعہ دار العلوم حقانیہ ○ اکوڑہ خٹک